2220078

٨٩١٢٣٣١
ص ـ ك

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222078
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—391—29-4-72—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. Accession No.

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

1583

# کلام ٹیگور

(حصہ اول)

رابندرا ناتھ ٹیگور کی مختلف بنگالی نظموں
اور گیتوں کا اردو ترجمہ

مترجم
پروفیسر ایم - ضیاءالدین
شانتی نیکیتان
بنگال

وشوا بھارتی بک شاپ
۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ - کلکتہ

وشوا بھارتی بک شاپ
۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ - کلکتہ

۱۹۳۵ء

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ

ستی پریس الہ آباد میں چھپکر
باہتمام کشوری موہن سانترا ، وشوا بھارتی بک شاپ
۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ ، کلکتہ
سے شایع ہوئی -

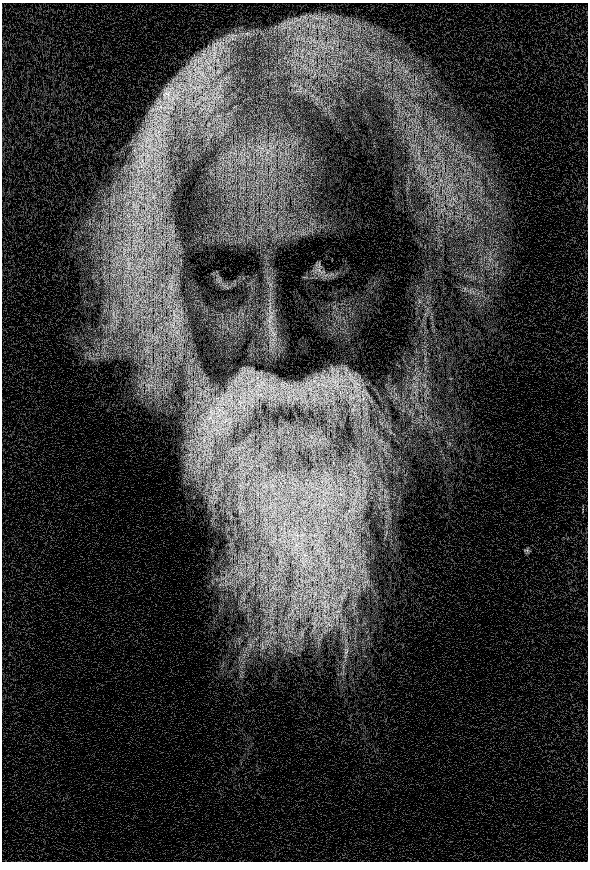

# حصہ اول

# شکریہ

ان اردو ترجموں کو ہز ایگزآلٹڈ ہائینس حضور نظام فرمانروائے دکن ( خلداللہ ملکہ و سلطنۃ ) کے اس گراں قدر عطیہ کے مخلصانہ شکریہ اور اعتراف میں پیش کیا جاتا ھے جس سے فرمانروائے عالی جاہ نے رابندرا ناتھ ٹیگور کے کلیۂ بین الملی ( شانتی نیکیتان ) کے شعبۂ اسلامی کو سرفراز فرمایا !

# فہرست مضامین


| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
|---|---|---|
| | تمہید ... ... ... | ۱۴—۱ |
| ۱ | صبح کا یہ روح پرور منظر شبنم سے شرابور ہے ! | ۱ |
| ۲ | آسمان جگمگاتے ہوئے ستاروں سے بھرا ہے ! ... | ۲ |
| ۳ | جب نغمہ کے اندر سے میں اس دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں !... ... ... | ۳ |
| ۴ | جس صبح میں نے گھاٹ پر سے کشتی کو کھول دیا ... ... | ۴ |
| ۵ | زمانے کے دونوں ہاتھوں میں دو مجیرے ہیں جو سدا بج رہے ہیں ... ... | ۶ |
| ۶ | دیکھو ، رات کیسی اندھیری ہے ! ... | ۸ |
| ۷ | میں بے قرار ہوں ! ... ... | ۱۱ |
| ۸ | زندگی ! ہر لحظہ نئے رنگ میں آ ! ... | ۱۳ |
| ۹ | جب تک میں خاموش بے حس اور بے حرکت تھا ... ... | ۱۴ |
| ۱۰ | گھنگھور گھٹاؤں کی گرج میں تیری بانسری کی تان ہے ! ... ... ... | ۱۶ |
| ۱۱ | میں بکھارن ہوں ! ... ... | ۱۷ |
| ۱۲ | بہار اپنا نغمہ کس وارفتگی سے خاک پر لکھتی چلی جا رہی ہے ! ... ... | ۱۹ |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۳ | میری آنکھوں کی مستی ! ... ... | ۲۰ |
| ۱۴ | وہ جو باتوں ہی باتوں میں تیری حقیقت ہم پر کھولنا چاہتے ہیں ... ... | ۲۱ |
| ۱۵ | اس راستے کے کنارے میں اپنے نغموں کے نقش و نگار بناے دیتا ہوں ! ... ... | ۲۲ |
| ۱۶ | شکل و صورت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں ! | ۲۴ |
| ۱۷ | دن تمام ہو چکا ! ... ... | ۲۵ |
| ۱۸ | اس بات کی بحث نہیں کہ میں نے بات سمجھی یا نہیں سمجھی ... ... | ۲۶ |
| ۱۹ | میرے آقا ! تیرے انتظار میں آنکھیں اب تک بیدار ہیں ! ... ... | ۲۷ |
| ۲۰ | تیرا راگ میں کب سے گاتا چلا آرہا ہوں ... | ۲۸ |
| ۲۱ | بس یہی تو تونے خوب کہا ! ... | ۲۹ |
| ۲۲ | زندگی کے سر ! ... ... | ۳۰ |
| ۲۳ | دعا ! ... ... ... | ۳۲ |
| ۲۴ | سدا کا ساتھی ! ... ... | ۳۴ |
| ۲۵ | نجات ؟ ... ... ... | ۳۶ |
| ۲۶ | رہبانیت کی نجات میری نجات نہیں ! ... | ۳۸ |
| ۲۷ | میرے آقا ! اس عالمگیر زندگی میں جہاں تو آپ موجود ہے ... ... | ۳۹ |
| ۲۸ | نور کی عظمت ! ... ... | ۴۰ |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۴۵ | اس ابر شگاف علم کو دیکھ! | ۸۰ |
| ۴۶ | کالی کالی گھٹاؤں میں یہ سفید ہنسوں کی ڈار! | ۸۲ |
| ۴۷ | باد نسیم کا پیغام! | ۸۳ |
| ۴۸ | دولت گم گشتہ! | ۸۵ |
| ۴۹ | میں نہیں چاہتا اس خوبصورت دنیا سے چل بسوں! | ۸۷ |
| ۵۰ | مجھے معلوم نہیں عبادت کسے کہتے ہیں! | ۸۸ |
| ۵۱ | اندھیری رات کے خواب کا طلسم ٹوٹ گیا! | ۸۹ |
| ۵۲ | خواب اور حقیقت! | ۹۰ |
| ۵۳ | میں ساز کھو بیٹھی ہوں! | ۹۴ |
| ۵۴ | ایک آرزو! | ۹۷ |
| ۵۵ | اکیلی، ایک وارفتگی اور خود فراموشی کے عالم میں بیٹھی ہو! | ۱۰۱ |
| ۵۶ | چھوڑ بھی دے، یونہی مجھے اپنے ہی آپ میں بیٹھی رہنے دے! | ۱۰۲ |
| ۵۷ | میرے دل کا جو راز ہے اُسے میری بانسری ہی جانتی ہے! | ۱۰۳ |
| ۵۸ | آج میرا دل گھنگھور گھٹاؤں کی اوٹ میں آکر کھو گیا! | ۱۰۴ |
| ۵۹ | میرے نغمے میرے درد دل کے رنگین کھیل ہیں! | ۱۰۵ |

| صفحہ | سطر اول | شمارہ |
|---|---|---|
| ۴۲ | میرا پیچھا کیا ! ... ... | ۲۹ |
| ۴۴ | جب میں آیا ! ... ... | ۳۰ |
| ۴۶ | لوگوں کے آنے جانے کی اس راہ کے کنارے ! | ۳۱ |
| ۴۷ | واہ ! یہ گانا تیرا کیا خوب ہے ! ... | ۳۲ |
| ۴۸ | جس گیت کے گانے کے لیئے میں اس دنیا میں آیا ہوں ... ... ... | ۳۳ |
| ۵۰ | پھولوں کے ساتھ جھڑ جھڑ کر ... ... | ۳۴ |
| ۵۱ | تاج محل ! ... ... ... | ۳۵ |
| ۵۳ | شاہجہان ! ... ... ... | ۳۶ |
| ۶۲ | اے عورت ! ... ... ... | ۳۷ |
| ۶۴ | راہ ! ... ... ... | • ۳۸ |
| ۶۹ | نوخیز کی تاخت ! ... ... | ۳۹ |
| ۷۳ | اپنی گرفت کو مضبوط رکھ، محکم پکڑے رہ ! | ۴۰ |
| ۷۴ | میرے آقا ! جب گانے کے لیئے تیرا ارشاد ہوتا ہے ... ... ... | ۴۱ |
| ۷۵ | یہ بات قرار پائی تھی کہ ہم تم دونوں اکیلے کشتی پر سوار سمندر میں چلے جائینگے ! | ۴۲ |
| ۷۷ | جہاں سب سے حقیر، نادار سے نادار اور بے نوا کا ڈیرہ ... ... ... | ۴۳ |
| ۷۸ | اے میرے بدنصیب وطن ! ... ... | ۴۴ |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
|---|---|---|
| ۶۰ | میرے ساز میں آج یہ کن بے تاب نغموں کا شور ہے ؟ ... ... ... | ۱۰۶ |
| ۶۱ | کس بزدل کو تو ڈراتا ہے ؟ ... ... | ۱۰۷ |
| ۶۲ | غیب کے پردے میں منہ، چھپانے والے ! ... | ۱۰۸ |
| ۶۳ | اے بے پایاں ! ... ... | ۱۰۹ |
| ۶۴ | شمع گل ہو چکی تھی اور رات اندھیری تھی ! | ۱۱۲ |
| ۶۵ | آ او دیوانے آ ! ... ... | ۱۱۵ |
| ۶۶ | پھر آئی برسات ! ... ... | ۱۱۶ |
| ۶۷ | آج میرے دل کا یہ بوجھ، کسی طرح نہیں اٹھتا ! | ۱۱۷ |
| ۶۸ | ایک ایک کرکے اس ستار کے پرانے تار کھول ڈال ! ... ... ... | ۱۱۸ |
| ۶۹ | میرے آنسوؤں کے دریا کے اس پار ! ... | ۱۱۹ |
| ۷۰ | میرے ساتھی ! ... ... | ۱۲۰ |
| ۷۱ | تیرے دل میں وہ جو ایک تنہا ہے ! ... | ۱۲۱ |
| ۷۲ | اس لیئے کہ تو میرے دل میں درد کی صورت میں آیا ہے،... ... ... | ۱۲۲ |
| ۷۳ | دن تمام ہوئے پر ... ... | ۱۲۳ |
| ۷۴ | یوں چھپکے سے منہ، چھپائے میں اب تجھے نکل جانے نہ دوں گا ... ... | ۱۲۴ |
| ۷۵ | تیرے راگ کی سروں کی آبشار جہاں لگاتار گرتی ہے ... ... ... | ۱۲۶ |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
|---|---|---|
| ۷۶ | موت کے اس چھوٹے سے دروازے سے گذرتے ہوئے تو ڈرتا کیوں ہے ؟ ... ... | ۱۲۷ |
| ۷۷ | اے حسین ! آج صبح تو آیا تھا ! ... | ۱۲۸ |
| ۷۸ | اس روز تیرے ساز میں نغموں کا شور تھا ... | ۱۲۹ |
| ۷۹ | میرا یہ وجود جو اس آسمان تلے زمانہ کی موجوں میں بہتا چلا جاتا ہے ! ... | ۱۳۰ |
| ۸۰ | لوبان چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو خوشبو بنا کر اڑا دے ! ... ... ... | ۱۳۱ |
| ۸۱ | دنیا کے ساحل پر بچے کھیل کود میں مصروف ہیں ... ... ... | ۱۳۲ |
| ۸۲ | بچے نے اپنی اماں سے پوچھا : اماں ! میں کہاں سے آیا ہوں ؟ ... ... | ۱۳۴ |
| ۸۳ | میرے لال ! ... ... ... | ۱۳۷ |
| ۸۴ | اماں ! اگر میں تیرا بیٹا نہ ہوتا ... | ۱۳۹ |
| ۸۵ | اماں ! اگر میں پھول ہوکر درخت کی ٹہنی پر آکر کھلتا ... ... ... | ۱۴۰ |
| ۸۶ | میں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ جب چاند کسی درخت کی شاخوں میں آکر پھنس جائے ... | ۱۴۲ |
| ۸۷ | مجھے ماں یاد نہیں ... ... | ۱۴۴ |
| ۸۸ | اماں ! مجھ سے بھول ہوئی اور میں نے کہدیا سات اٹھے ستائیس ! ... ... | ۱۴۶ |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
|---|---|---|
| ۸۹ | لے میں آج تیرا استاد عبداللہ ہوں ! ... | ۱۴۸ |
| ۹۰ | اماں ! یوں فکر مند سی کیوں بیٹھی ہو ؟ | ۱۵۰ |
| ۹۱ | میرے لال ! تونے مٹی مل کر اپنے جسم کی کیا حالت بنا رکھی ہے ؟ ... ... | ۱۵۲ |
| ۹۲ | میرے لال ! روتے کیوں ہو ؟ ... ... | ۱۵۴ |
| ۹۳ | آنکھوں سے آنکھیں ملی ہیں اور دل سے دل ! ... ... ... | ۱۵۶ |
| ۹۴ | اے حسین ! کہاں ؟ کہاں ؟ کہاں تک مجھے یوں کشاں کشاں لے جائیگا ؟ ... | ۱۵۹ |
| ۹۵ | دن کے سب کام دھندے ہوچکے تھے ... | ۱۶۱ |
| ۹۶ | اماں جان ! آج شہزادہ ہمارے گھر کے سامنے سے گذریگا ! ... ... ... | ۱۶۴ |
| ۹۷ | قیدی ! ان زنجیروں میں تجھے کس نے جکڑ کر رکھدیا ؟ ... ... ... | ۱۶۶ |
| ۹۸ | میرے محبوب ! پھولوں کی طرح تیرے نغموں کے پھول کھلتے ہیں ! ... ... | ۱۶۸ |
| ۹۹ | تم میں سے کوئی بھی پھول کھلا نہ سکے گا ! | ۱۶۹ |
| ۱۰۰ | میں دیوانوں کی طرح جنگلوں میں سرگشتہ پھر رہا ہوں ! ... ... | ۱۷۱ |
| ۱۰۱ | دل میں بسنے والے کی ہنسی اور اس کے رونے کی پوشیدہ آواز سننے کے لیئے میں اپنے | |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
|---|---|---|
| | دل کی اندھیری گہرائیوں کے دروازے پر کان لگائے رہتا ہوں ! ... ... | ۱۷۳ |
| ۱۰۲ | بھائی ! خبر ہے تمہیں کچھ، بہشت کہاں ہے ؟ | ۱۷۴ |
| ۱۰۳ | یہ ان گنت زمانوں کی ریاضت شاقہ کا نتیجہ ہے ... ... ... | ۱۷۶ |
| ۱۰۴ | میرا اندھیرا ہی بھلا ہے ! ... ... | ۱۷۷ |
| ۱۰۵ | بالآخر اُس نے ہمیں ناکام ہونے والی جماعت میں لاکر کھڑا کر دیا ! ... ... | ۱۷۸ |
| ۱۰۶ | وہ آئے گا ، میں اسی امید پر بیٹھی ہوں ! | ۱۸۰ |
| ۱۰۷ | اے مجاہد ! اے عاشق ! اے دیوانے ! ... | ۱۸۳ |
| ۱۰۸ | خوف نہ کھا ! ... ... | ۱۸۴ |
| ۱۰۹ | وہ میرے من میں رہتا ہے ! ... | ۱۸۵ |
| ۱۱۰ | راہ نے مجھے پکارا ہے ! ... ... | ۱۸۷ |
| ۱۱۱ | سیلاب فنا ! ... ... | ۱۹۰ |
| ۱۱۲ | راہ کا ساتھی ... ... | ۱۹۲ |
| ۱۱۳ | باز آیا ، میں اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اٹھائے پھرنے سے باز آیا ! ... ... | ۱۹۴ |
| ۱۱۴ | اور اب وقت نہیں ، اندھیرا زمین پر آکر چھا گیا ! ... ... ... | ۱۹۵ |
| ۱۱۵ | تیری آنکھوں نے بار بار مجھے گانے کے لیئے اشارہ کیا ہے ! ... ... | ۱۹۶ |

| شمارہ | سطر اول | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| ۱۱۶ | مجھے موت و حیات کی کشمکش میں چھوڑ کر تو خود دور جا کھڑا ہوا ہے ! ... | ۱۹۷ |
| ۱۱۷ | ایک بہار کے موسم میں گایا ہوا میرا گیت... | ۱۹۸ |
| ۱۱۸ | مجھ سے ملنے کے لیئے تو کب سے آرہا ہے ... | ۱۹۹ |
| ۱۱۹ | تونے سنی نہیں ، سنی نہیں ، اس کے پاؤں کی آہٹ نہیں سنی ؟ ... ... | ۲۰۰ |
| ۱۲۰ | میں سمجھتی ہوں تو لوٹ کر نہ آئے گا ! ... | ۲۰۱ |

# تمہید

جان و دل است صورت و جسم لطیف تو ،
روح مجسّمی و حیات مصوّری !

شاعر رابندرا ناتھ تیگور کے چند گیتوں اور نظموں کا یہ اردو ترجمہ ان کی ' شاعری ' کا نمونہ پیش کرنے کا مدعی نہیں - اور نہ یہ مختصر سا مجموعہ شاعر موصوف کے کلام کا انتخاب سمجھنا چاہیئے - تیگور کے صرف گیتوں ہی کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے ، اور کل منظوم کلام ان کا پندرہ ضخیم جلدوں میں سماتا ہے - ( بنگالی نثر منظوم کلام سے کچھ کم ہے اور انگریزی تصنیفات بنگالی نثر کے نصف کے قریب ) - شاعر کا سلسلۂ تصنیفات ابھی جاری ہے - میرے ترجموں میں زیادہ تر وہ گیت شامل ہیں جو شانتی نیکیتان میں اکثر گائے جاتے ہیں ، اور نظمیں شاعر کی مختلف بنگالی تصانیف میں سے لی گئی ہیں -

اصل بنگالی میں ان گیتوں میں سے ہر ایک اپنی سادگی ، تازگی ، برجستہ پن ، بے ساختہ پن ، معانی کی نزاکت اور بلندی ، بیان کی روانی ، الفاظ کے حسن انتخاب ، موزونیت ، ترنم اور سُرتال کی ندرت اور دل کشی میں شاعری اور موسیقی کا لاجواب نمونہ ہے - میں دیکھتا ہوں کہ میرے ان اردو نثری ترجموں میں ان تمام خوبیوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں - شاعر کے کلام کی ظاہری خوبیاں ، اشعار کی آمد اور سلاست ، خلوص بیان ، سُروں کی دل نشین آمیزش میں ترجمہ میں کہاں سے لاؤں ؟ میں ان ترجموں کو شاعر کے کلام کا خاکہ بھی نہیں کہہ سکتا - شاعر کے

اشعار کے معانی میری نثر میں کہاں تک سما سکے ہیں اور کہاں کہاں سے ترجمہ کی گرفت میں آنے سے صاف بچ گئے ہیں ' شاید مجھ سے بہتر کسی پر واضح نہیں - ان ترجموں میں اصل زبان کے شعری محاسن موجود نہیں ' الفاظ کا وہ ترنم موجود نہیں ' وہ فصاحت نہیں ' بلاغت نہیں ' و الہامی آمد اور روانی نہیں ' ترکیبوں کی وہ حیرت انگیز برجستگی اور سادگی نہیں—میرے ترجمے شاعر کی شاعری کے صرف معنوی پنجر ہیں—ان میں اصل زبان کا گوشت پوست ' زندگی ' جوانی اور حسن نہیں ' میں انہیں شاعر کے کلام کا نمونہ نہیں کہہ سکتا - ان ترجموں میں میں نے اصل بنگالی اشعار کے معانی کو سادہ اردو میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے - اس سے زیادہ اگر کسی چیز کا عکس ان ترجموں میں جھلکتا دکھائی دے تو وہ اصل بنگالی اشعار کی روح کا پر تو ہے - میں سمجھتا ہوں کہ میرے ترجموں میں یہ پرتو ایک حد تک موجود ہے - اگر ناظرین نے اسے پالیا تو میں سمجھوں گا کہ میرے ترجمے کامیاب ہوئے ہیں -

۱۷ ٹیگور کی شاعری کی مابہ‌الامتیاز خصوصیت اس کا بے ساختہ پن ہے - کسی مسئلے کو سمجھانے کے لیئے یا کسی حکیمانہ معمے کو سلجھانے کے لیئے وہ شعر نہیں کہتے - دل میں جو کچھ گذرتا ہے وہ شعر ہوکر ادا ہوجاتا ہے - یہ شعر کسی بنیادی حقیقت اور کائنات کے سربستہ راز کو فاش کردینے کی غرض سے زبان پر نہیں آتا - نہ اس کا مقصد کوئی علمی حقیقت یا مفید مطلب اخلاقی نصیحت بیان کرنا ہوتا ہے - ایک بے تاب آنسو یا بے اختیار مسکراہٹ کی طرح شعر دل کی کیفیت کی تصویر ہوتا ہے - اگر فلسفہ یا مذہب ان اشعار میں اپنے مفید مقصد کسی حکمت یا معرفت کو موجود

پائے تو تعجب کی بات نہیں ' مگر شعر کی اپنی زندگی کا مقصد الگ ہے - ٹیگور کے اشعار پر طرّہ ہے ان کی موسیقی - نغموں کی سُریں اپنے الفاظ اور جملوں کی ترکیبوں سے اپنی اہمیت الگ رکھتی ہیں - سُریں روح کی طرح ہیں ' اپنی ذات میں الفاظ کی بندشوں سے آزاد اور مستقل ہیں - حقیقت تو یہ ہے کہ الفاظ جہاں اپنی معلومی حدود تک پہنچ کر خاموش ہوجاتے ہیں ' سُر وہیں سے اپنی پرواز شروع کرتی ہے - اس کی دسترس ناممکن تک ہے ' اس کی رسائی اُس عالم تک ہے جہاں الفاظ کا اپنی معلومی پرواز میں پہنچنا قطعاً محال ہے - جس طرح ترجمہ موسیقی کو ادا کرنے سے قدرتاً معذور ہے ' وہ شعر کی بے ساختہ شعریت کو بھی ادا کرنے سے فطرتاً قاصر ہے ـــ ہتھیلی پر پانی کا قطرہ محبوبہ کی پلک کی نوک پر تھرتھراتے ہوئے آنسو کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا - اگر کسی مبہم سے ترنم کا میرے ترجموں سے آپ کو شبہ سا ہوجائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے ناممکن کو پا لیا ہے -

ٹیگور کی وہ خصوصیت جو مجموعی طور پر ہم ان کے کلام میں موجود پاتے ہیں ان کی بے مثل شخصیت ہے - شاعر کے مذہبی مقالات میں ' سیاسی اور معاشرتی تحریرات میں ادبی مضامین میں ' ڈراموں اور ناولوں میں ' ان کے اشعار میں ہم انھی کی بے نظیر شخصیت کو نغمہ سرا پاتے ہیں - یہ شخصیت حیرت انگیز طور پر شاعرانہ ' حکیمانہ اور روشن واقع ہوئی ہے -

ٹیگور ہم انسانوں میں انسانی آزادی کا علمبردار ہے - غلامی اور جہل و حقارت کی گود میں پلی ہوئی موجودہ

تہذیب و تمدن کی دنیا میں ٹیگور آزادی فکر و عمل اور باہمی صلح و محبت کا پیغامبر ہے - ان کی تحریروں میں ہمیں وہ مجاہد بر سر پیکار نظر آتا ہے جو شعر و استدلال کی دو دھاری تلوار سے مسلّح ہوکر نوع انسانی کو خوف اور غلامی سے نجات دلانے کی خدمت پر مامور ہوکر آیا ہو—غلامی فکر ' غلامی نسل و قومیت ' غلامی مذہب و ملت سے انسان کو آزاد کرنے کے لیئے دنیا میں پیدا ہوا ہو - ٹیگور کی زندگی فرسودہ و بے معنی رسم و رواج اور مردہ و بوسیدہ مذہبی توہمات کے کٹھن بندھنوں کو کاٹتے کٹی ہے -

شعر و شاعری کی دنیا میں ٹیگور نے ایسا انقلاب پیدا کیا ہے جس کی مثال تاریخ میں موجود نہیں - اور نہ کسی شاعر نے آج تک دنیا سے خراج تحسین اس طرح حاصل کیا تھا جس طرح ٹیگور نے - بنگالی شاعری کی عروض سنسکرت سے لی گئی تھی - سنسکرتی عروض میں خفیف اور ثقیل ماتروں کی ترکیب سے بحر کے اصول بنتے تھے - بنگالی زبان میں سرے سے خفیف ماترا ہی موجود نہ تھا ' اور ہر حرف ثقیل ماترے کا ہم وزن تھا - شاعر اس بنیادی اختلاف کو سنسکرتانہ بنگالی میں شعر کہہ کر مٹاتے آئے تھے - یعنی ان کے یہاں بھی وہی : شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا ' والا معاملہ تھا - ٹیگور نے ان سنسکرتی عروض کی زنگ خوردہ زنجیر کی کڑیوں کو کاٹا ' اور بنگالی ادب کو آزاد کیا جو مدتوں سے ان میں بندھا پڑا تھا -

موسیقی میں استادوں نے نغمہ کی روح کے پر کاٹ کر اس کے پاؤں میں راگ راگنیوں کے قواعد کی بیڑیاں ڈال دی تھیں ' ٹیگور نے اس نغمہ کی روح کو پھر آزاد کیا اور اپنے گیتوں میں اسے کھلی پرواز کی اجازت دی -

مروجہ تعلیم کے دستور میں قدرت سے انسان کی یگانگت کے احساس و عرفان کو کوئی جگہہ حاصل نہیں ' تیگور نے اس احساس کی تربیت کو تعلیم کا اعلیٰ مقصد قرار دیتے ہوئے ' قدرتی ماحول—زمین و آسمان ' موسموں اور نباتاتی زندگی سے براہ راست تعلق اور بود و باش کی سادگی کو طالب علم کے لیئے قطعی قرار دیا -

هندوستان کی آزادی کے لیئے جس هندو مسلم اتحاد کو لیڈر ملک کی سیاسی ضرورت کی بنا پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے رهے ' شاعر نے اُسے طمع خام اور منافقت ٹھہراتے ہوئے ' هندو مسلم اتحاد کے لیئے اُس فطری رشتہ اور وجودی وحدت کے احساس کو لازمی قرار دیا جو انسانوں میں انسانی همدردی ' یگانگت اور محبت کا سر چشمہ هے - انسانیت کے اس فطری مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے تیگور نے هر قوم و ملت کو هر دوسری قوم و ملت سے بحیثیت انسان کے ملنے اور متحد ہونے کی استدعا کی هے - اسی عالمگیر صلح و آشتی اور بین الملی تبادلۂ علمی کا مرکز شانتی نیکیتان میں قائم کیا هے -

تیگور نے ملک کے افلاس کو وطنی صنعت و حرفت اور دستکاری کی بربادی ' شہروں کی بڑھتی ہوئی اهمیت اور دیہاتوں کی کس مپرسی اور مروجہ تعلیم کی بےهودگی کی طرف منسوب کیا هے - اور دیہاتوں کی تجدید ' دیہاتیوں کی صحت ' تعلیم اور زراعت و دستکاری کی تجدید اور ترقی ' اور انہی مقاصد کے حصول کے طریقوں کی تعلیم اور تبلیغ اور ترویج کا مرکز سری نیکیتان میں ( شانتی نیکیتان کے قریب ) قائم کیا -

ظاهر هے کہ تیگور سے عملی شاعر اور مفکّر کی مثال پیدا کرنا مشکل هے - دنیا میں تیگور نے هر قوم و ملت کو اپنی

ہندو اور اپنی فرقہ بندی سے گذر کر ' مذہب و ملت کی ان بندشوں کو توڑ کر جو انسان کو انسان سے نفرت دلاتی ہیں اور الگ رکھتی ہیں ' ایک دوسرے سے محض انسانیت کے پایہ پر کھڑے ہوکر ملنے کی تعلیم دی ھے - ٹیگور نے انسان میں انسانیت کے خدا کو دیکھا ھے ' اسی لیئے اس کی توھین وہ کسی رنگ میں برداشت نہیں کرسکتے -

ٹیگور کی عظمت کا سنگ بنیاد ' اُن کی لاثانی شخصیت کا مدار وہ نغمہ ھے جو انہوں نے اس حسین دنیا کے تن بدن میں حسن و سرور کی روح پھونکنے والے ' ' شاعر کائینات ' محض حسن ' محض سرور کی مدح و ثنا میں گایا ھے - اور ٹیگور نے وہ گیت سنے ہیں جو مغنّی فطرت اپنے قدرتی مظاھر میں ھمیشہ سے گائے جا رھا ھے - ٹیگور کا دل و دماغ انھی قدرتی گیتوں کی لاجواب سروں سے گونج رھا ھے ' اور وہ خود مجسم سرور اور نغمہ ھوکر گاتا ھے - ٹیگور کا معبود اور معشوق وہ شاعر اور مصور ھے جو اس کی زندگی میں لطف اور سرور اور غم و اندوہ کی سریں پھونک رھا ھے ' اس کی زندگی میں عجیب و غریب کیفیات کے رنگ بھر رھا ھے - شاعر اس کے عشق میں اور اسی کے حسن کو قدرت میں دیکھ کر اس کی تعریف میں نغمہ سرا ھے - اور اس کے گیتوں کے متعلق کہا جاسکتا ھے کہ وہ نہ صرف اِس زمانہ میں بے مثل ھیں ' بلکہ ھر زمانہ میں اپنے حسن کے لحاظ سے کمیاب رھیں گے -

ایشیا کا مخصوص عرفان ' اپنشدوں کا گیان جو رشیوں کی خصوصیت تہا وہ عصر حاضر کی آزادی اور جدید علمی تحقیقات اور فلسفیانہ حقائق کی روشنی سے مل کر ایک حیرت انگیز عرفانی موزونیت کی صورت میں ھم ٹیگور میں

موجود پاتے ہیں - جب کہ ٹیگور موجودہ زمانہ کے مہذب ترین اور روشن ترین دل و دماغ کا مالک ہے ' وہ اس دولت کا بھی پورا پورا وارث ہے جو قدیم زمانوں سے ہر مذہب و ملت کا سرمایۂ عرفان رہی ہے - ٹیگور انسانوں میں ہمہ گیر انسان ہے ' شاعروں میں بے نظیر شاعر اور ہمارا یہ عہد ٹیگور کا عہد ہے -

ٹیگور کی پیدایش کا زمانہ (۱۸۶۱ء) انقلاب کا زمانہ تھا - اور یہ ٹیگوروں کا گھرانا تھا جس میں انقلاب نے جنم لیا - ان کا خاندان مذہب اور فنون لطیفہ میں مختلف تحریکوں کا پر شور مرکز تھا - ٹیگور کے والد ' مہارشی دیبندرا ناتھ ٹیگور ' برھمو سماج ' یعنی ہندؤں میں خالص موحدوں کے نئے مذہب کے سر برآوردہ راہبر تھے - موسیقی اور مصوری میں بھی یہی خاندان بنگال میں پیش پیش تھا - ٹیگور گھرانے کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے فنون لطیفہ سے پوری طرح بہرہور تھا - ٹیگور کے والد حافظ کے دلدادہ تھے - اُن کی بنگالی سوانح عمری میں حافظ کے اشعار جا بجا زینت کلام نظر آتے ہیں - ابھی تک ٹیگور خاندان کے لباس میں اور آداب نشست و برخواست اور طریق بود و باش میں مسلمانوں کی عادات اور آداب مجلس کا رنگ باقی ہے - اس خاندان کو مسلمانوں سے خاص کر مناسبت رہی ہے - کچھ تو اسی سبب اور کچھ اس گھرانے کی آزاد اور پیغمبرانہ مزاج کے باعث ' ہندو اس خاندان کو ہندو نما مسلمان اور " دھریوں " کا گھر سمجھتے رہے ہیں - بالاخر اسے ذات برادری سے باہر ہونے کا بھی امتیاز حاصل ہوا ' اور وہ آزادی بھی اسے نصیب ہوئی جو کسی فرقہ اور ذات پات کے اندر رہتے ہوئے نصیب نہیں ہوتی -

علاوہ اس آزاد خیالی اور فرقہ پرستی سے بری ہونے کے ' ٹیگور اپنے بچپن کے ماحول کے متعلق لکھتے ہیں :

'' اس زمانہ میں ہمارے گھر میں موسیقی کی ایک آبشار سی آکر گری تھی - اور دن رات اس کی قوس قزح کی سی رنگینیاں ہمارے دلوں میں منعکس ہوتی تھیں - تب اس جوانی کی تر و تازگی کے عالم میں ' ہماری نو خیز قوت اپنے معصومانہ تعجب و تجسس کے بل بوتے پر ہر پہلو نئی راہیں نکالتی چلی جاتی تھی - ہمارا دل چاہتا تھا ہم ہر چیز کو خود دیکھیں بھالیں ' اُسے پرکھیں ' اور کوئی کمال ہمیں ایسا نظر نہ آتا تھا جسے حاصل کرنا ناممکن ہو - ہم لکھتے تھے ' گاتے تھے ' ڈرامے ایکٹ کرتے تھے ' ہر جانب اپنا رنگ ہر پہلو اپنی طبیعت کی جدت دکھاتے تھے...... ''

ظاہر ہے کہ ٹیگور نے جس ماحول میں تربیت پائی وہ آزاد اور خود سر تھا - اس آزاد فضاء میں ٹیگور کے لیئے اس کی شاعری کا معیار اس کی اپنی ذات کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا ؟ پہلی بدعت جس کو بنگالی ادب میں خاص کر ٹیگور نے فروغ دیا وہ اپنی مادری زبان میں شعر کہنا تھا - ٹیگور سے قبل بنگالی ادیب نظم و نثر سنسکرتانہ رنگ میں لکھتے تھے - ان کی تصانیف میں سنسکرت ترکیبیں اور الفاظ ' مرزا غالب کی ابتدائی اردو غزلوں اور ابوالکلام آزاد کی تحریروں میں فارسی اور عربی الفاظ سے کہیں زیادہ ہوتے تھے - علاوہ اس کے کہ بنگالی تحریر سراسر سنسکرت ہوتی تھی ' اور

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار '
آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

کا بنگالی نمونہ ' اور صرف فعل کہیں کہیں اصل بنگالی زبان کی یاد دلاتا تھا ' بنگالی عروض بھی ( ہماری اردو عروض

کی طرح ) ایک غیر زبان یعنی سنسکرت کی عروض تھی - اسی مجبوری کے سبب بنگالی شاعری سنسکرت کی محض نقالی تھی - ٹیگور اپنے بچپن کے حالات میں لکھتے ھیں :

" عروض کے قواعد ' الفاظ کے استعمال اور اظہار خیالات کے میدان میں میں نے اپنے آپ کو بے لگام تخیل کے حوالہ کردیا تھا - تب فاضل نقادوں نے مجھ پر سخت چوٹیں کیں اور مذاق اڑانے والوں نے فلک دوز قہقہے لگائے - میری کم سوادی اور بے راھروی نے مجھے ادبی مجرم بنا دیا - جب میں نے شعر کہنا شروع کیا میں مضحکہ انگیز طور پر چھوٹا تھا - انگریزی دانی کا مجھے تمغہ حاصل تھا نہ عمر کی سند........"

" دل کی خوشی کے چڑھتے ھوئے سیلاب کے ریلے کے سامنے بندھی بندھائی عروض کی بحریں اور وزن اپنی جڑیں زمین میں سنبھال کر نہ رکھ سکے - اور جس طرح ندی سیدھی راہ نہیں بہتی ' اپنی ترنگ میں گھومتی چکر کاٹتی چلی جاتی ھے ' میرے اشعار کے بہاؤ میں بھی یہی خودسری تھی - "

کسی دوسری جگہ اپنے مضمون میں لکھتے ھیں :

" ھماری مادری زبان کی شاعری کی دیوی کی آنکھوں کے آنسو اور اس کے ھونٹوں کی مسکراھٹ ' سنسکرتی عروض کے مرصع نقاب کی آڑ میں دکھائی نہیں دیتی تھی - ھم بھول ھی گئے تھے کہ اس کی سیاہ آنکھوں کی نگاہ کتنی معنی خیز اور دل نشین ھے - مجھ سے جہاں تک بن آیا میں نے اس پردہ کو بیچ میں سے ھٹا دینے کی کوشش کی - ادبی رسوم کے گرویدہ مجھے کوستے رھیں گے ' مگر مجھے ان کی پرواہ نہیں - اس قدیمی گھونگھٹ کی بیش بہا قیمت اور اس کی کار دوزی کی عمدگی کی تعریف وہ جس قدر چاھیں کریں ' مجھے جس چیز کی تلاش ھے وہ اس پردہ کی اوٹ میں چھپی ھوئی سیاہ

آنکھوں کی ھے - ان میں آپ حسن کی وہ دولت پائیں گے جو بازار کے فاضلانہ ادب کی شرح نرخ سے باھر ھے - ''

باوجود ان تمام تبدیلیوں کے جو ٹیگور نے بنگالی شاعری میں پیدا کیں ' انھوں نے سنسکرت شاعری کی ان بنیادی خوبیوں کو جانے نہیں دیا جو بنگالی ادب کی روح میں شامل ھوچکی ھیں - لیکن ھر قسم کی غیر ضروری صنعتوں اور تلمیحات کو یکقلم اڑا دیا ھے -

جب کہ شاعری کی ظاھری شکل و صورت میں ٹیگور نے یہ انقلاب پیدا کیا ' اپنی شاعری کی معنوی دنیا بھی انھوں نے الگ قائیم کی - یہی سبب ھے کہ کسی دوسرے شاعر سے ٹیگور کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا - ٹیگور اپنی شاعری کے عالم کا خالق ھے - اور اس عالم میں اپنا مثیل نہیں رکھتا - اس معنوی تخلیق کا اندازہ ٹیگور کے کلام کے مطالعہ کیئے بغیر ممکن نہیں - شاعر کا اپنا کلام ھی اُس کی تخلیق کی مثال پیش کرسکتا ھے - لیکن اس انقلاب کی مثال دی جاسکتی ھے جو ٹیگور نے موجودہ شاعری کی کائینات میں پیدا کیا ھے - مثلاً ' اگر فارسی شاعری سے ' رقیب کی رقابت ' عاشق کی رسوائی ' معشوق کی جفا اور بے وفائی ' معشوق کا بالائے بام آنا اور شہر میں قتل عام ھوجانا ' خلاف فطرت مبالغہ ' عاشق کا ھجر کی تکلیف میں سوکھ کر کانٹا سا ھوجانا ' معشوق کا خدا ھونا ( بجائے خدا کے معشوق ھونے کے ) ' معشوق کا اپنے حسن میں حسن قدرت سے بڑھ چڑھ کر ھونا ' مجنوں یا فرھاد کے عشق کو اپنے عشق کے مقابلہ میں گرد برابر سمجھنا ' شیخ کی پگڑی اچھالنے میں لطف اٹھانا ' مذھب کی توھین اور رندی کی تعریف کرنا وغیرہ وغیرہ نکال دیا جائے تو جس قسم کا تغیر ھماری شاعری میں پیدا ھوگا '

اُسی قسم کا لیکن اس سے کہیں وسیع تر تغیر ٹیگور نے بنگالی شاعری میں پیدا کیا ہے - ٹیگور کی شاعری سے لطف اندوز ہونے کے لیئے ایک نئی شاعری کی دنیا میں قدم رکھنا پڑتا ہے - جہاں شاعری آزاد ہے اور پرانی بندشوں کی یاد تک باقی نہیں - اس آزاد شاعری کے عالم میں قدیمی زنجیروں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی ' صرف دل کے تار تھرتھرا اٹھتے ہیں - مقلد بھی ایسے اشعار سن کر وجد میں آجاتے ہیں اور اپنی ہتکڑیاں بجانے لگ جاتے ہیں -

جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں ' مہذب حلقوں میں عوام کی جیتی جاگتی روزمرہ زبان میں شعر کہنا معیوب سمجھا جاتا تھا - ' ویشنوی ' اور بنگالی ' باؤل ' فقیروں کے گیت مہذب حلقوں میں حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے - ٹیگور نے دیکھا کہ عوام کی شاعری یہی ہے اور یہ مہذب اور مردہ سنسکرتی شاعری کے مقابلہ میں زندہ تر اور ' پاکیزہ 'تر ہے - اس فقیروں کی بے ساختہ شاعری میں سنسکرت کا پرچھاؤں تک نہیں پڑا اور سادہ الفاظ میں بلند نظری اور دقت معنی کے لحاظ سے یہ مہذب حلقوں کی مصنوعی شاعری سے بدرجہا بہتر ہے - یہی شاعری اور یہی موسیقی کی باؤل طرز بنگالی زندگی کی روح رواں ہے - ٹیگور نے سب سے پہلے اسی قسم کی زبان اور طرز میں شعر کہنا شروع کیئے - اور اپنی پہلی تصنیف ( دیوان ) تیرہ برس کی عمر میں شایع کی - شاعر اگر اس کتاب کو اپنے نام پر شایع کرتا تو اس کی واقعیت کا کسی کو یقین نہ آتا - لہذا اس نے اسے ' بھان سنگھہ ' کے مخفی نام پر شایع کیا - اور اس گمنام قدیمی شاعر بھان سنگھہ کی شاعری کی تعریف میں لوگوں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئیے !

ٹیگور میں سر تال کی حس نہایت ھی تیز اور نازک واقع ھوئی ھے - ان کے موسیقی کی پہلی خصوصیت یہ ھے کہ ان کے گانوں میں سُر الفاظ اور معانی کے متناسب ھوتی ھے ' بڑھنے نہیں پاتی - یعنی ' ان کے گانوں میں ' بول بڑھانا ' یا ' الاپ ' موجود نہیں - جبکہ ھندوستانی ( کلاسیکل ) موسیقی میں الاپ ' سروں سے کھیلنا ' طرز کی شرح کرنا خصوصیت کے ساتھ شامل ھے ' ٹیگور کے نغموں میں سریں گانے کے الفاظ اور معانی سے متجاوز نہیں ھوتیں - یعنی ' ان کے گانوں میں موسیقی اور شاعری دونوں تلے ھوئے اور متوازن ھیں - الفاظ کے ترنم کو ' سُر بازی ' پر قربان نہیں کیا جاتا - دوسری خصوصیت ٹیگوری موسیقی کی یہ ھے کہ وہ راگ راگنی کی پابندیوں سے آزاد ھے - ان کے گانے مختلف راگ اور راگنیوں کی ترکیب سے بنے ھیں ' جن میں بعض جگہ یورپی موسیقی کی طرزیں بھی موجود ھیں - سُروں کی ترکیب شعر کے الفاظ اور اس کی بحر سے متناسب اور موزوں ھوتی ھے - شاعری کی بارگاہ میں ٹیگور کا یہ پیشکش نہایت ھی اھم حیثیت رکھتا ھے - تیسری خصوصیت یہ ھے کہ ٹیگور کے گیتوں میں سریں گیت کے معانی سے ھمنوا اور ھم آھنگ ھوتی ھیں ' گویا معانی سے خود بخود پیدا ھوتی ھیں - سر کا معنی کے ھم آھنگ ھونا ' یعنی ' بھاؤ ' ٹیگور کے گیتوں کی روح رواں ھے - ایک بے انتہا سرور اور حسن کا خزانہ ھے جو اپنی رنگینیوں میں اور تعجب انگیز خوش آفرینیوں میں نمودار ھوتا ھے - ٹیگور کی شاعری ایک بے بدل شاعر کی موسیقار طبیعت کی نغمہ سرائی ھے - ملہمانہ شاعری کی بے عیب اور مکمل مثال -

ٹیگور سنسکرت شاعری کی پائیدار خصوصیات کا جامع ہونے کے علاوہ ان تمام اوصاف سے بھی متصف ہے جو یورپی شاعری کا خاصہ ہیں - ٹیگور میں کلاسیکل شاعری اپنے عہد سے گذر کر عصر جدید کی شاعری کے معراج کو پہنچتی ہے - اس قسم کا انقلاب اور ارتقا کسی ایک شاعر کی ذات سے آج تک منسوب نہیں کیا جاسکا - جب کہ ٹیگور قدیم شعرا کا ہم پلہ ہے معاصرین کا سرتاج بھی وہی ہے - اکثر زبانوں کے شعرا ٹیگور کی شاعری سے بے حد متاثر ہوئے ہیں -

اردو شاعری فارسی (عربی) عروض کی پابند ہے - اگرچہ یہ بندش اب شعرا کو ناگوار محسوس ہوتی ہے ' اور فارسی ترکیبوں کے استعمال کی مجبوری اور قافیہ و ردیف کی پابندی شاعری کی راہ میں ناقابل برداشت رکاوٹ ثابت ہوئی ہے ' سوائے اس کے چارہ نہیں کہ کسی ایسے مہدی کا انتظار کریں جو ہمیں ان بندشوں سے آکر نجات دلائے اور اپنی مادری زبان میں آزادی کے ساتھ شعر کہنے کی راہ بتائے - اردو ادیبوں پر جس چیز کا سب سے زیادہ اثر ہوا ہے وہ ٹیگور کی انگریزی گیتانجلی ہے - اس اثر کے نتائج زیادہ تر وہ نثری نظمیں ہیں جو رسائیل اور اخبارات میں ' ادب لطیف ' اور ' ادب جمیل ' وغیرہ عنوانوں کے ماتحت شایع ہوتی ہیں - ہمارے شعرا میں شاید حضرت جوش ملیح آبادی سب سے زیادہ ٹیگور کے رنگ سے متاثر نظر آتے ہیں - لیکن میرا خیال ہے کہ ٹیگور کے رنگ میں شعر کہنے کے لیئے جس زبان اور جس عروض کی ضرورت ہے وہ ہمارے یہاں ابھی تک تیار نہیں ہوئی - یہی وجہ ہے کہ ہر کوشش ناکام ثابت ہوئی ہے - علاوہ ان مشکلات کے ٹیگور کا رنگ ذاتی ہے ' بے حد شخصی ' ان کی طرز کی تقلید کسی سے بن نہ آئیگی - جس چیز کی تقلید

ہمارے ادب کے لیئے واقعی مفید ہوسکتی ہے وہ ٹیگور کی اس روش اور اس سلوک کی تقلید ہے جو انہوں نے بنگالی ادب کے ساتھ کیا ہے - ہمیں ٹیگور کے انقلابی پہلو کی تقلید کرنا چاہئیے - اور ادبی روش اور طرز ہر ادیب کی ذاتی اور شخصی ہونی چاہئیے - طرز میں تقلید ادیب کی خود کشی کے مرادف ہے - ٹیگور کا رنگ اس کے ذاتی عرفان کا عکس ہے - ہر ادیب کی روش اس کی شخصیت کی آئینہ دار ہونی چاہئیے - جس چیز کی کمی ہے وہ ہمارے یہاں آزادی کی تربیت اور مظاہر قدرتی کی روح فہمی ہے - یہ چیزیں نہ ہماری مروجہ تعلیم ہمیں دیتی ہے اور نہ ہمارا معاشرتی ماحول - بہر حال، اس بات کی اُمید کیجاسکتی ہے کہ ٹیگور کی تقلید بالآخر ہمارے ادب میں اظہار خیالات کی نئی اور آزاد راہیں پیدا کرے گی - آمین !

ایم ضیاءالدین ،

شانتی نیکیتان ۲۲ فروری سنہ ۱۹۳۵ع -

# کلام ٹیگور

مترجم ایم - ضیاءالدین

۱

صبح کا یہ روح پرور منظر شبنم سے شرابور ہے !

درخت دریا کے کنارے آفتاب کی کرنوں میں جھلملا رہے ہیں !

شاخوں میں شاخیں ڈالے خوشی سے متوالے ہیں !

جبھی میں سمجھتا ہوں—

یہ دنیا عالم خیال کے بیکراں سمندر کی موجوں پر ایک ناچتا ہوا کنول ہے !

میں سمجھتا ہوں—

میں اُسیکا پیغام ہوں !

میں اُسیکے نغمہ کی تان ہوں !

میں زندگی میں روح زندگی ہوں !

میں ظلمت کے سینہ کو چاک کرکے نکلنے والے اُسی رقصاں نور کی درخشاں کرن ہوں !

آسماں جگمگاتے ہوئے ستاروں سے بھرا ہے !
اور یہ دنیا نشاءِ زندگی سے سرشار ہے !
مجھے اِس آسمان کے زیر سایہ اس دنیا میں ایک گوشہ قیام کے لیئے ملا ہے —
جبھی آج دنیا میرے نغموں سے گونج رہی ہے !
زمانہ کی موجوں پر دنیا اپنے مدوجزر کے گہوارے میں جھول رہی ہے !
میری رگوں کے خون میں اسی ہمہ‌گیر مد و جزر کی کشش ہے !
دنیا میرے نغموں کے زیر و بم میں جھول رہی ہے !

جنگلوں میں گشت لگاتے ہوئے میں نے اس زمین کی سبز گھاس پر پاؤں رکھے ہیں !
پھولوں کی خوشبو سے جو سرشار ہوا ہوں تو مستی سے چونک چونک اٹھا ہوں !
ایک سرور کا عالم مجھہ پر طاری ہے !
اور دنیا میرے نغموں سے معمور ہے !
دوست ! میں نے ان کانوں سے سنا ہے اور ان آنکھوں سے انکھیں ملائی ہیں !
اس دیکھی بھالی دنیا میں مَیں نے اُس اندیکھے کی تلاش کی ہے !
جبھی آج دنیا میرے نغموں سے گونج رہی ہے !

جب نغمہ کے اندر سے میں اس دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں ،
تب میں اسے پہچانتا ہوں ، تب میں اسے سمجھتا ہوں !
تب روشنی کی سنہری گفتگو سن کر فضاے آسمانی کا
دل محبت سے بھر آتا ہے !
تب میں اس دنیا کی خاک کے ہر ذرہ میں عرفان کا
آخری پیغام پاتا ہوں !
تب دنیا باہر سے میرے دل میں آکر سما جاتی ہے !
تب تھرّاتی ہوئی گھاس کی ہر پتّی کے ساتھہ میرا دل
بھی خوشی سے تھرّا اُتھتا ہے !
حسن کی ہر تحریر اور سرور کی ہر لہر اپنی حدود کھو
بیٹھتی ہے !
تب میں ہر اشارہ میں عرفان پاتا ہوں !
جب نغمہ کے اندر سے میں اس دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں ،
تب میں اسے پہچانتا ہوں ، تب میں اسے سمجھتا ہوں !

پروباھینی

جس صبح میں نے گھاٹ پر سے کشتی کو کھول دیا ، لنگر اٹھا لیا ؛

کس ملک کا سفر ھے ، کہاں جانا ھے ، اس بات کا مجھے علم نہ تھا -

میں نے تو صرف لنگر اٹھا کشتی کو دریا میں چھوڑ دیا ! نشان اتار لیا !

کشتی کھینے کی میں نے کوشش نہیں کی -- صرف دھارے کے منہ پر بہ نکلا !

دریا کے کنارے کنارے ، درختوں کی شاخوں پر پرندوں نے گا گا کر مجھے پکارنا شروع کیا !

دوپہر کے وقت چرواھا درختوں کے سایہ میں اپنے دھیان ، بیٹھا بانسری بجاتا رہا !

اس وقت میں نے یہ بھی نہ سوچا کہ سورج مغرب میں جا کر ڈوب جائیگا !

اسی دریا میں اگر بہتا چلا گیا تو یہ کشتی میری بالآخر سمندر میں جا پہنچے گی !

گھاٹوں سے گذر ساحل کو چھوڑ کشتی بہتی چلی گئی !

مجھے اکیلے ھی اسے تاریک سمندروں میں کھینا ھو گا !

آسمان پر ستارے حیرت سے میرا منہ تاکنے لگے !

سمندری گدھ ساحل کی طرف اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے !

اے میری بیدار روح !

بہنے دے ان آزاد موجوں پر اس آزاد کشتی کو بہے جانے دے !

اور گا ' گا ' تاریک سمندر کی اس اندھیری رات میں بحر بے کراں کے سفر کا گیت گا !

اگر راہ کا نشان مٹ چکا ہے تو خوف تجھے کس بات کا ہے ؟

اگر کچھہ سوجھتا نہیں تو پرواہ کسے ہے ؟

بارش اگر موسلا دھار آئی ہے تو آنے دے !

دے ' زنجیروں کو توڑ نکل بھاگے ہوے طوفان کے ریلے میں اس کشتی کو اڑ جانے دے !

اے میری بیدار روح ! اب تو وہاں ہے جہاں کوئی دوسرا موجود نہیں ' کوئی ساتھی نہیں !

یہاں وحدت کا عالم ہے !

لے ' اس بے انتہا ' بے پایاں ہستیٔ نا معلوم کو لے '

اسے اپنے سینہ میں سما جانے دے !

کھیا

۵

زمانہ کے دونوں ہاتھوں میں دو مجیرے ہیں جو سدا بج رہے ہیں—

دائیں اور بائیں !

ان کی جھنکار سے نیند اڑ جاتی ہے '

ناچ نت نئی تال کی تھاپ پر جاگ اٹھتا ہے—

پھولوں میں کانٹوں میں ' روشنی اور تاریکی کے زیر و بم میں ' دیکھ ! زندگی کے ہر رنج میں ہر خوشی میں زمانہ کے مجیروں کی صدا ہے !

زمانہ کے ان مجیروں کی تال کے ساتھ ساتھ '

صبح و شام کا مد و جزر گویا—

اس عالمگیر رنگ روپ کے سمندر میں موجیں ہیں کہ اٹھتی ہیں اور گرتی ہیں !

یہ اندھیرے اور اجالے کا ملاپ رنگ کے بول پیدا کرتا ہے !

اے شاعر !

تو زمانہ کے ان مجیروں کی تال کے ساتھ اپنے راگ کا رنگ باندھ !

گریہ و خندہ کی تان کھینچ !

سن ! موت و حیات کی مسلسل رقص کے طبلہ کی تھاپ میں اُس نے تجھے پکارا ہے !

۶

زمانہ کے دونوں ہاتھوں میں دو مجیرے ہیں جو سدا
بج رہے ہیں—
دائیں اور بائیں !

پروباھی نی

دیکھو ، رات کیسی اندھیری ہے !

دریا کے اُس پار وہ گھنا جنگل رات کی اجھاڑ سی تاریکی میں ڈوبا ہے !

اور میرے گھر میں چراغ روشن ہے !

سنو بانسری کی تان کس طرح دل میں آکر بیٹھتی ہے !

میرے ھار کے پھول ابھی تازہ ھیں—

جوانی سے سرشار آنکھیں ابھی تک بیدار ھیں !

میں کہتی ھوں ، کیا رخصت کا وقت آ پہنچا ؟

مسافر ! کیا تم چلے ؟

دیکھو تمہارا راستہ کسی نے روکا نہیں ،

کسی قسم کی بندشوں سے تمہیں باندھا نہیں ،

گھوڑے پر زین کسا ہے ، وہ تیار کھڑا ہے !

مگر ، میرے ان درد بھرے نغموں نے تمہیں تھام لیا ہے !

دل یہی چاھتا ہے تمہیں ٹھہرا لوں ، روک لوں ، جانے نہ دوں—

لیکن ، صرف ان آنکھوں سے جو تیری طرف یوں حسرت سے تاک رھی ھیں !

مسافر ! مجھہ میں قوت نہیں ، میں کمزور ھوں ،

صرف میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو ھیں کہ بہتے چلے جارھے ھیں !

اور تمہاری آنکھوں میں یہ ماندگی سی کیسی ھے ؟

یہ تمہارے خون میں بیقراری سی کیسی ھے ؟

معلوم نہیں اس اندھیری رات کی تاریکی میں سے تجھے کس نے اشارہ کیا ھے ؟

شاید آسمان کے کنارے ثریّا کے اُس گچھے نے تمہارے کان میں جھنجھنا کر کچھ سنا دیا ھے ؟

اس اندھیری رات کی خاموش سیاہ لہروں نے معلوم نہیں تمہارے دل میں کیا امنگ پیدا کی ھے ؟

جسے تمہاری یہ ساکت زبان ادا نہیں کرسکتی ' جسے سمجھ نہیں سکتے '

نہ معلوم وہ سربستہ راز کس قاصد نے پہنچایا ؟

مسافر ! اس دنیا کا جھمیلا تمہیں نہیں بھاتا ' تم بے تاب ھو '

تو میں شمع گل کیئے دیتی ھوں—

بانسری کی تان خاموش کیئے دیتی ھوں !

ھم تم دونوں اکیلے رات کی اس خاموش تنہائی میں چپ چاپ بیٹھے رھیں گے !

صرف جھینگروں کی آواز دریا کے اُس پار سے گونجتی ھوئی آئیگی !

رات کے تاریک پردہ سے تھکا ماندہ پچھلی رات کا آدھا چاند '

کھڑکی میں سے تمہاري خواب آلودہ آنکھوں کی طرف
تاکتا رہ جائیگا !

اے راہ کے جلونی ' رھنے دے اپنی باتیں !
اس پچھلے پہر یہ بیکلی کیسی ؟

کھےیا

میں بے قرار ہوں !

اے تو کہ بہت دور ہے ' میں تشنۂ دیدار ہوں !

میرے دن اسی کے دھیان میں کٹ گئے '

اس کو پانے کی آرزو میرے دل میں ہے اور آنکھیں اُس کی راہ پر ہیں !

اے تو کہ جس پر میں دل و جان سے فدا ہوں—

میں تشنۂ دیدار ہوں !

وہ جو کہ بہت دور ہے ' دور—غیر محدود کے اُس پار—دور '

بانسری میں تان پھونک رہا ہے !

ہائے میں صرف تڑپتا ہوں ' بار بار بھول جاتا ہوں—

میرے پر نہیں ' میں اُڑ نہیں سکتا !

میرا دل بے قرار ہے !

اے تو کہ بہت دور ہے ' تیرے فراق میں دل و جان سے گذرا !

یہ صحیح ہے کہ ڈوبتے ہوے آفتاب کی رنگین کرنوں نے میرے روشن دنوں کو خواب شیریں کے رنگ میں رنگ دیا ہے !

یہ درختوں کی تر و تازگی اور ان کا سایہ ہے کہ جس کے نغمۂ دلکش نے گلشن پر ایک حالت وجد طاری کی ہے !

یہ شاید تیرا رخسار ہے جسے نیلے آسمان پر رکھے تو محو خواب ہے !

یہی تیرے رخ زیبا کا نور ہے جو آنکھوں کی راہ میرے دل میں اُتر رہا ہے !

اے تو کہ بہت دور ہے ' بہت دور—

میں تشنۂ دیدار ہوں !

وہ جو کہ بہت دور ہے ' دور ' غیر محدود کے اُس پار—دور '

اپنی بانسری میں بے قرار نغمے پھونک رہا ہے !

ہائے ! میں بھول جاتا ہوں کہ دروازہ میرے سامنے بند ہے !

اُتشرک

زندگی ! هر لحظه نئے رنگ میں آ !

نت نئے رنگ میں آ ، خوشبو میں آ ، نت نئے گانے میں آ !

ہر لحظہ نئے رنگ میں آ ، نئے ڈھنگ میں آ !

باد صبا کے جانفزا جھونکوں میں آ !

دل میں سرور محض کی صورت میں آ !

آ ، انتہائے مسرّت سے میری ان نیم وا آنکھوں میں آ !

ہر لحظہ نئے رنگ میں آ ، نئے ڈھنگ میں آ !

اے لطف و کرم ! اے حسن درخشاں ! اے سراپا اطمینان !

ہمارے دلوں کی ہر خوشی میں آ !

ہمارے درد بھرے سینوں میں آ !

زندگی کے ہر عمل میں ، ہر زندگی کے لمحۂ آخرین میں —

تو اپنے رخ سے نقاب اُٹھا ، جلوۂ شباب دکھا !

ہر لحظہ نئے رنگ میں آ ، نئے ڈھنگ میں آ !

جب تک میں خاموش ، بے حس اور بے حرکت تھا ،
میری زندگی میری پیٹھ کا بوجھ تھا ، اک بار گراں تھا !
میں اس دنیا کو غرضمند حریص کیڑے کی طرح کاٹ کاٹ
کر کھاتا رہا !
حرص کی شدت سے میری آنکھوں میں نیند نہ تھی !
کڑی مصیبتوں کا بوجھ میرے سر پر بڑھتا چلا گیا ،
معقول بحث و مباحث میں میری زندگی پختہ سالی
کو پہنچی ،
شک و تذبذب کی برف باری سے میرے بال سفید ہوگئے !

دفعتاً اس دنیا کے تازیانہ کی چوٹ نے مجھے چونکا دیا ،
میں ہوش میں آیا !
مجھ میں حرکت پیدا ہوئی — حقیقت کے چہرے سے
نقاب سرکنا شروع ہوا !
غم و اندوہ کا اندوختہ زندگی کے بہتے پانی کے بہاؤ میں
بہنے لگا !
رفتار کے بہتے پانی کی رو میں میری زندگی آلائشوں سے
دھلنے لگی !
اقدام ، آب حیات کا وہ سدا بہتا دریا ہے جو ہر لحظہ
نئی زندگی نیا شباب پیش کرتا ہے !

بھائی ! جبھی تو میں مسافر ہوں !

میری نگاہ سدا سامنے راستہ پر ہے !

موت کی زنجیروں میں گرفتار ' غرضمندانہ زندگی کے گوشہ میں یہ مسافر قید نہیں رہنے کا !

ابدی زندگی کا سہرا مجھے حاصل ہے !

اس سہرے کے پھول ابدی زندگی کے بہتے پانی ہی میں زندہ رہتے ہیں !

بڑھاپے کا وہ پہاڑ سا بوجھہ ؛ عمر بھر کا اندوختہ میں نے سر سے اتار پھینکا ہے !

دل ! یہ آسمان آج اپنے کمال کو اپنی رفتار کے مستانہ رقص ہی سے پہنچا ہے !

اس کائنات کا " شاعر " اپنی رتھہ پر سوار اپنی رفتار کی سرتال سے عالم میں اپنے راگ کی ہوا باندھے ہوئے ہے !

اُپنے نغمۂ تکوین کو گائے جا رہا ہے !

اور سورج چاند ستارے اس کے ہمنوا ہیں !

بولاکا

گھنگھور گھٹاؤں کی گرج میں تیری بانسری کی تان ھے !
واہ ! کیا آسان سی تان ھے ' کیا سادہ الاپ ھے !
میري آرزو ھے کہ ایسی ھی تان میري زندگی کی تان ھو !
میرے آقا ! مجھے اپنے راگ کے سننے کے لائق کان دے !
میں تیرے ان عالم گیر نغموں کو بھولنے کا نہیں !
تیرے نغموں کی بیدار سروں سے میری زندگی شاداب رھے گی ' میں سرشار رھوں گا !
یہ صحیح ھے کہ یہ بے انتہا زندگی موت کے پردہ کے پیچھے منہ چھپائے ھے !
ان گھٹاؤں کی گرجتی جھنکاروں پر سمندروں میں موجیں مستانہ وار ناچتی ھیں !
میرے محبوب ! مجھے بھی اب غفلت سے آزاد کر !
مجھے بھي اپنے نغمہ کی جھنکار کے اُس گھرے عالم میں بیدار رکھہ—
جہاں بے قراری کے دل میں ازلی قرار کا مقام ھے !
گھنگھور گھٹاؤں کی گرج میں تیری بانسري کی تان ھے !

میں بھکارن ہوں !

گاؤں گاؤں میں گھر گھر سے بھیک لیئے لوٹ رہی تھی '
بادشاہ ! تو اس وقت اپنی سنہری رتھہ پر سوار آرہا تھا !
واہ ! کیا دل و جان کو حیرت میں ڈال دینے والا منظر تھا '
میں حیران دیکھتی رہ گئی !
کیا دلفریب ' کیا ہی خوب صورت تیرا لباس تھا !
کیا انوکھی سج دھج تھی ! واہ ! وا واہ !
میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی ' آخر یہ کس شہنشاہ کی آمد ہے ؟
آج میری رات جب صبح ہوئی تو اس وقت کیا ہی نیک ساعت تھی !
واہ ! جب تو آج مجھے بھیک کے لیئے در بدر پھرنا نہیں پڑیگا !
واہ ! آج باہر نکلتے ہی یہ کس کی زیارت نصیب ہوئی !
رتھہ پر سے چاروں طرف زر و دولت بکھیرتے چلے جاتے ہیں !
میں مٹھی بھر بھر کے اٹھا لوں گی !
دفعتاً دیکھتی ہوں کہ بادشاہ کی سواری میرے قریب آکر رک گئی !
بادشاہ میرے منہ کی طرف تاکنے لگا ' پھر رتھہ پر سے اُتر آیا !

اللہ اللہ ! اُس روشن چہرے پر کس قدر اطمینان تھا !
آہ ! میرے دل کے ہر درد کے لیئے اُس کے رخ کا نظارہ دوا ھے !
شہنشاہ نے میری جانب ھاتھہ بڑھا کر کہا : " مجھے بھی کچھہ مل جائے ! "

پھوٹتے نصیب ! شہنشاہ ! یہ کہا ؟

میں شرم سے پانی پانی سر جھکائے کھڑی کی کھڑي رہ گئی !

" تیرے یہاں کس چیز کی کمی ھے ' شہنشاہ جو بھکارن سے بھیک مانگتے ھو ؟ "

" میرا امتحان چاھتے ھو ؟ "

جھجھکتے ھوئے میں نے جھولی میں سے ایک چھوٹا سا دانہ اٹھا کر بادشاہ کی ھتھیلی پر رکھہ دیا !

گھر پہنچ کر میں نے جھولی کو زمین پر خالی کیا — ارے واہ ! یہ کیا ؟

یہ ایک چھوٹا سا سونے کا دانہ کیسا ھے ؟

ھائے ! جو کچھہ میں نے اُس بھکاری شہنشاہ کو دیا ' کندن ھوکر لوٹ آیا !

میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے !

آہ ! میں نے اپنا سبھی کچھہ اس کے قدموں پر نثار کیوں نہ کردیا ؟

گیتا

بہار اپنا نغمہ کس وارفتگی سے خاک پر لکھتی چلی جارہی ہے !

زمین کے لبوں پر آج رنگین مسکراہٹ طاری ہے !

بہار اپنا گلگون پیرھن بار بار بدل کر گوناگوں صورتوں میں جلوہ دکھاتی ہے !

بار بار حسن کی سدا نئی صورتوں سے دامن بھر بھر کے لاتی ہے !

واہ ! کس وارفتگی سے بہار پھولوں کو نثار کرتی آرہی ہے !

میرے دل کو بہار نے آکر جگا دیا ہے !

جبھی آج مجھہ پر تیرے لطف و کرم کی انتہا نہیں !

میرے دل میں تیرے دیدار کا ' تیرے وصال کا خواب پھر جاگ اٹھا !

سرور کی لہریں میرے رگ و ریشہ میں بجلی کی طرح کوندتی پھرتی ہیں !

رنگ رنگ کے پھول کھلتے ہیں !

واہ ! کس خود رفتگی ' وارفتگی سے بہار اپنا راگ دھول پر لکھتی چلی جارہی ہے !

پروباھی نی

میری آنکھوں کی مستی ' میرے دل کا سرور ' مجھے
متوالا کر دینے والا آیا !

یہ کون ہے جسے میں دل کے اندر دیکھ رہا ہوں !

پھولوں بھرے درختوں کے نیچے ' جھڑے ہوئے پھولوں سے
باغ رنگین ہے !

اور شبنم سے بھیگی گھاس پر تیرے قدموں کی سنہری
کرنیں ناچ رہی ہیں—

واہ ! مجھے متوالا کر دینے والا آیا !

تو جنگلوں میں درختوں کی گھنی شاخوں میں جھوم
رہا ہے '

تو گھاس میں لوٹ رہا ہے—

اور پھول ایک دوسرے کو کنکھیوں سے تاک رہے ہیں !

یہ کیا گفتگو ہے جو یوں دل ہی دل میں جاری ہے !

تیرا ہم سنگار کریں گے !

تیرے رخ زیبا سے نقاب اٹھا دینگے !

لے دونوں ہاتھوں سے یہ نقاب اٹھا لے—

واہ ! میری آنکھوں کی مستی ' میرے دل کا سرور ' مجھے
متوالا کر دینے والا آیا !

وہ جو باتوں ھی باتوں میں تیری حقیقت ہم پر کھولنا چاھتے ھیں '

وہ خود تو باتوں ھی کے پھیر میں ھیں '
باتوں کے جنجال میں الجھے ھیں !
باتوں ھی کے جال میں ھمیں بھی پھانسنا چاھتے ھیں !
ایک کی بات دوسرے کی سمجھہ میں نہیں آتی !
جس قدر وضاحت سے وہ ھمیں سمجھانا چاھتے ھیں '
باتوں پر باتوں کا طومار بڑھاتے چلے جاتے ھیں !
اور وہ جو باتیں چھوڑ تیرے گیت گاتے ھیں '
ان کے گیتوں کے سروں سے ھر کسی کے دل کا ساز ھمنوا ھوکر گونج اٹھتا ھے !
بات کو وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں ' اس بات کے پیچھے سر نہیں کھپاتے !
ان کے دل کا درد تو تیرے قدموں سے جا ٹکراتا ھے !

پروباھی نی

اس راستے کے کنارے میں اپنے نغموں کے نقش و نگار بناۓ
دیتا ہوں !

اے ہر راہ کے مسافر ! اس راہ سے گذرتے ہوۓ میرے ان نغموں
کے نقش و نگار پر قدم رکھنے کی عزت سے مجھے سرفراز کرنا !

یہ پرندہ تیرا جو صبح کے وقت تیری حمد و ثنا میں
گیت گا رہا ہے ،

تیری یاد میں سدا نغمہ سرا ہے !

جب تو صبح کی سنہری کرنوں کی کشتی پر سوار اس
گھاٹ کے پاس پہنچے ،

تو میرے صبح کے نغموں کے اس ساحل پر آکر ذرا ٹھہر جانا !

•

آج سویرے بادلوں کا بھیگا سایہ گھنے جنگلوں میں بھٹکتا
پھر رہا ہے !

خوشی سے بھرآئی ہوئی آنکھوں کی طرح آسمان شبنم سے
بھیگا ہے !

اپنے اس صبح کے نورانی لباس میں ، تاڑ کے جنگلوں اور
میدانوں کے اس پار—

دور ، جو تو آن کھڑا ہوا ہے ، تو اب یوں ہی لوٹ نہ جانا !

اے ہر راہ کے مسافر ! مجھے برسات کے اس ملار کے اندھیرے
میں ذرا توقف کرنا

اس راستے کے کنارے میں اپنے نغموں سے تیری مسند کو سجائے دیتا ہوں !

اس پر کچھ دیر بیٹھنے کی عزت سے مجھے سرخرو کرنا !

پرو باھی نی

شکل و صورت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں !

مجھے شکل و صورت سے مبرا ایک جوہر کی تلاش ہے !

گھاٹ گھاٹ پر سر گرداں پھرنا میں نے چھوڑا !

اس پرانی ناؤ کو اب میں دریا میں نہیں ڈالتا !

ممکن ہے کہ اب وقت آ پہنچا ہو اور زمانہ کی موجوں کے تھپیڑے کھانا میرے نصیب میں نہ ہو !

شاید اب وہ وقت آ پہنچا ہے جب مجھے آب حیات کے قلزم میں غوطہ زن ہو کرحیات ابدی میں جان دے دینا ہوگی !

جہاں بے صدا نغمے سدا سے گائے جارہے ہیں !

اب میں اپنے دل کی ستار کو وہیں لے چلتا ہوں۔

جہاں محفل سرود سدا اپنی رونق میں ہے ' وہاں پہنچ کر مجھے ازلی نغمے گانے کی خواہش ہے !

اور وہ نغمہ جو زندگی کے آخری آنسوؤں کے تار سے پیدا ہوتا ہے ' اسے گاتے ہوئے میں اپنے ساز کو اُس سدا خاموش کے قدموں پر رکھہ دونگا !

شکل و صورت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں کہ مجھے شکل و صورت سے مبرا ایک جوہر پانے کی اُمید ہے !

دن تمام ہو چکا !

یارب ! میری آنکھوں پر سے یہ غروب آفتاب کے منظر
کا رنگین پردہ اٹھا دے !

تاریکی کے سینہ میں ازلی نور کا مقام ہے !
بس وہیں پر سے اپنا حجاب اٹھا دے !

تمام باتیں مل ملا کر انتہا میں ایک ہو جاتی ہیں '
خاموشی کے قلب میں حقیقت کی پکار ہے !
بس وہی حقیقت میرے کان میں کہدے !

پرو باھی نی

۱۸

اس بات کی بحث نہیں کہ میں نے بات سمجھی یا نہیں سمجھی ،

وہ بات مجھے بھا گئی ، بات تو صرف یہ ہے !

صبح کی روشنی سے میری آنکھیں لبریز ہیں ،

اس ازلی سرور کو میں ہر روز ایک نئے رنگ میں پاتا ہوں !

واہ یہ کون ہے جسے میں دیکھہ رہا ہوں ؟

میں نے اُسے دیکھا نہیں ، جبھی میرے دل میں خوف ہے !

میں نہیں سمجھتا کہ آخر یہ سب کچھہ کچھہ بھی نہیں !

خواب غفلت سے جب میں بیدار ہونگا ، میرے لبوں پر تبسم ہوگا !

اور وہی ذات جو خواب میں اس زندگی کے گہوارے کو ہلا رہی تھی ، مجھے اپنے آغوش میں اٹھا لے گی !

میرے آقا ! تیرے انتظار میں آنکھیں اب تک بیدار ہیں !
تجھے دیکھنا نصیب نہیں ہوا ' تیری راہ دیکھتا ہوں '
یہ راہ دیکھنا بھی دل کو بھاتا ہے !
دروازہ کے باہر زمین پر بیٹھا ہوں—
یہ میرا بھکاری دل تیرے کرم کا خواستگار ہے !
تیرا کرم مجھ پر نہیں ' صرف تیری راہ دیکھتا ہوں '
یہ راہ دیکھنا بھی دل کو بھاتا ہے !
اس دنیا میں لوگوں نے بڑی بڑی مہمیں انجام دیں '
سکھ آرام پایا ' نیک کاموں میں سبھی مجھ سے بازی لے گئے !
میرا ساتھی مجھے نہ ملا ! میں تجھے ہی چاہتا ہوں !
یہ چاہنا بھی دل کو بھاتا ہے !
سب محض سرور ہے ' آب حیات ہے جو چاروں طرف یوں موج زن ہے !
اور یہ حسین دنیا اپنے عشق میں کیسی بے قرار ہے !
مجھے تو صرف رلاتا ہے ! تجھے دیکھنا میری قسمت میں نہ تھا !
صرف ایک درد میرے دل میں ہے '
یہ درد بھی دل کو بھاتا ہے !

گیتانجلی

تیرا راگ میں کب سے گاتا چلا آرہا ہوں ' یہ کوئی آج کی بات نہیں !

مجھے یاد نہیں میں کب سے یوں تیری طرف تاک رہا ہوں ' یہ بھی کوئی آج کی بات نہیں !

جس طرح چشمہ کا پانی سدا سے بہتا چلا آتا ہے '

معلوم نہیں وہ کس کی تلاش میں نکلا ہے '

زندگی کے چشمہ کے بہاؤ میں مَیں بھی بہتا چلا آیا ہوں اور یہ کوئی آج کی بات نہیں !

تجھے کتنے ہی ناموں سے میں نے پکارا ہے !

تیرے تصوّر میں طرح طرح کی تصویریں میں نے اپنے تخیل میں کھینچی ہیں !

واہ ! یہ کیا سرور ہے جس کے دھارے کے منہ پر بہتا چلا جا رہا ہوں !

پھول جس طرح بے خبری کے عالم میں روشنی کا انتظار کرتے ہیں ' اور رات کٹ جاتی ہے '

اسی طرح تیرے وصال کی آرزو میرے دل پر چھائی ہوئی ہے '

یہ کوئی آج کی بات نہیں !

گیتانجلی

بس یہی تو تونے خوب کہا !

اے قہّار ! واہ ، خوب کیا !

اسی طرح میرے دل و جگر میں غم و اندوہ کی آگ دھکتی رھے !

میرے اس لوبان کو اگر آگ میں نہ جھونکا جائے تو یہ خوشبو نہیں دیتا !

میری اس شمع کو جب تک جلایا نہ جائے یہ روشنی نہیں دیتی !

جب تک میرا دل غفلت کے نشہ میں سرشار تھا ،

اے قہرمان ! تیرے پاؤں کی ٹھوکر ھی اس کے لیئے تیرا لطف تھا تیرا کرم تھا !

یہ حرص کی تاریکی تھی جس میں میں تجھے پہچان نہ سکا !

ھاں ، تو پھر اب بجلی گرے !

یوں گرے کہ دفعتاً میری تاریکیوں میں اُجالا ھوجائے !

واہ ! یہی تو تونے خوب کیا !

اے قہّار ! بس اسی طرح میرے دل میں غم و اندوہ کی آگ بھڑکتی رھے !

گیتانجلی

## زندگی کے سُر!

تیرے ساز کی جس سُر کے ساتھ، سُر ملاکر گانا چاھتا ھوں،
میں اپنے ساز کے تار تار میں اُس کی تلاش کرتا ھوں اور
نہیں پاتا!

صبح سویرے پرندوں کا گاتے ھوئے جاگنا،
ندی کے پانی کا اتھلاتے ھوے بہتے چلے جانا،
بادلوں کا دلفریب رنگوں میں بدلتے رھنا،
چاندنی کا دریا کے کنارے پر سادگی سے لوٹنا،
ساون کی اندھیری رات میں بارش کا موسلا دھار برسنا—
میں اسی طرح کی صاف اور سادہ سروں کا متلاشی ھوں!

اسی طرح کی بھرپور سروں کا جن سے معنی خود بخود
ٹپکتے ھوں،
جو پھولوں کی طرح خود بخود کھل جاتی ھوں—
اور پھولوں ھی کی طرح ھر لحظہ نئی اور جاودانی زندگی
کے نشان ھوں!
قدیم ترین زمانہ سے رائج ھوں!
وہ گانا جو سبھی گاتے ھیں میں اُسی کی تلاش میں سر
گرداں ھوں!
اور یہ جو میرا نیا ساز ھے یہ نئے تاروں سے بندھا ھے!

اس میں نت نئی سروں سے نئی ایجادوں کی فکر میں رهتا هوں ، نئی کاوشوں میں !

جبھی باد نسیم کی هلکی هلکی آزادانه بهنے والی لہروں میں میرے ساز کی سریں اس سادگی سے نہیں گونجتیں !

جبھی میرا گیت آسمان کی خاموش اور پر نور فضا میں غیر مانوس اور اجنبی سا معلوم هوتا هے !

جبھی میری زندگی میں هر قدم پر ٹھوکر کا سامنا هے !

جس قدر سخت کوشش میں کرتا هوں یه کوشش هی میرے لیئے بوجھل هوجاتی هے !

میں اپنے نغموں میں کیا ادا کرنا چاهتا هوں ، خود مجھے بھی اس کا علم نہیں !

جبھی میں تیرے راگ سے سُر ملا کر گا نہیں سکتا !

ٹھیا

## دعا

میرے آقا !

میری التجا تجھ سے یہ نہیں کہ مجھے اس دنیا کے رنج و غم سے تو آزاد کر دے !

نہیں ' میری دعا تو یہ ھے کہ مجھے توفیق دے میں اپنے درد و غم کا بلا خوف و خطر مقابلہ کرسکوں !

اپنے مصائب پر فتح حاصل کرنے کی مجھے قوت عطا کر !
درد و غم کا طوفان ھو ' مصیبتوں کی اندھی بوچھاڑ ھو '
گو میرے دل کو تو اِطمینان نہ بخشے '
میری دعا یہ ھے کہ مجھے رنج و غم پر غالب آنے کی توفیق دے !

یوں ھو کہ میرا سہارا نہ ٹوٹے '
میری قوت میرے ھاتھ سے نہ چھوٹے '
اس دنیا میں انتہائی خسارہ اٹھانے کے بعد ' اپنے بچاؤ کی ایک صورت — موت دیکھکر میں مرجانے کی خواھش نہ کروں !

زندگی کے اس نا پیدا کنار سمندر سے تو میری کشتی کو سلامتی سے کنارہ لگا دے '
نہیں ' یہ میری التجا نہیں !

مجھے خود تیر کر پار کرنے کی ہمت عطا کر !
میں نہیں کہتا تو میرے بوجھ سے مجھے سبکسار کردے '
نہیں ' یوں ہو کہ میں اپنا بوجھ اٹھا سکوں !
میرے آقا ! میری دعا یہ نہیں کہ تو مجھے اس دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دے !

## سدا کا ساتھی !

اُس وقت میں اپنے بستر پر پڑا سو رہا تھا جب اچانک
ھی کسی نے مجھے پکارا !
عالم اس وقت اپنے ستاروں کی روشنی میں چپ چاپ
کھڑا تھا !
اور زمین پر سخت اندھیری رات تھی !
میرے دوستوں نے مجھ سے کہا : " بھلے آدمی کہاں چلے ؟
اندھیرے میں راستہ ڈھونڈھے نہ پاؤ گے ! "
میں نے کہا : " مجھے پرواہ نہیں ! یہ شمع میرے پاس
ھے ' اسی کی روشنی میں راستہ دیکھتا چلا جاؤں گا ! "

شمع جس قدر اپنی قوت کے بل پر لو اونچی کھئے جل
رھی ھے '
اسی قدر اُس کی روشنی میری آنکھوں کو چندھیائے
دیتی ھے !
اس شمع کی روشنی پرچھاوں سے مل کر فریب دہ شکلیں
پیدا کرتی ھے '
حیرت انگیز صورتیں نظر آتی ھیں '

روشنی سے اندھیرا مل کر وہ طلسم کاری کرتا ہے کہ میں حیران کھڑا دیکھتا رہ جاتا ہوں !

اس طرح کا آدھا دیکھنا اور آدھا نہ دیکھنا مجھے اندھا کئیے دیتا ہے !

شمع کی لو بے قرار ہوا سے ٹکرا کر کانپ کانپ اُٹھتی ہے !

پاوں میں کانٹے الجھتے ہیں !

دفعتاً کسی درخت کی گھنی شاخوں سے میرا سر ٹکرایا ، شمع میرے ہاتھ میں بجھ کر رہ گئی !

دیکھتا ہوں نہ معلوم کب سے راستہ کھو چکا ہوں ، بے راہ چلا جا رہا ہوں !

رات سخت اندھیری ہے !

میری آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے ، میں زار زار رونے لگا !

میں نے سر جھکا کر عرض کیا : " اب مجھ میں طاقت نہیں راستہ ڈھونڈھنے کی ! "

دیکھتا ہوں نہ معلوم کون میرے پیچھے پیچھے کب سے آ رہا تھا !

وہی میرا سدا کا ساتھی !

*

۲۵

## نجات ؟

بس رهنے دے ، یہ تسبیح گردانی یہ عبادت اور وظیفہ خوانی رهنے دے !

بھلے آدمی یہ عبادت گاہ کے کواڑ بند کیئے تو اندھیرے کونے میں کیوں بیٹھا ھے ؟

کس کي عبادت کر رھا ھے ؟

آنکھیں کھول کر دیکھ وہ اس گھر میں نہیں !

جہاں دہقان مٹی کے ڈھیلے پھوڑ پھوڑ کر زمین کی کاشت کر رھا ھے ،

جہاں پتھر توڑ توڑ کر مزدور سڑک کوٹ رھا ھے !

اور سال بھر وہ اسی کام میں اپنا خون پسینہ کی راہ بہا رھا ھے ،

وہ دھوپ اور پانی میں اُن کے ساتھ ھے !

اس کے دونوں ھاتھ مٹی سے بھرے ھیں !

بس تو اسی کی طرح یہ اپنا مقدس جبہ اتار پھینک !

زمین پر آکر بیٹھ !

نجات ؟

نجات کہاں ھے ؟ نجات کس سے پاؤ گے ؟

پروردگار تو خود اپنی آفرینش کی زنجیروں میں ہم سب کے ساتھ بندھا پڑا ہے !

چھوڑ ان مراقبوں کو ' پھینک یہ سب نذر و نیاز !

تیرے لباس کے چھیتھڑے اڑتے ہیں تو اڑنے دے !

اگر کیچڑ سے تیرا لباس لت پت ہوتا ہے تو پرواہ نہ کر' بلا سے !

اگر تیری پیشانی سے پسینہ ٹپک پڑے تو کیا ہوا ؟

باہر آ ' زندگی کے اعمال میں تو اس کا ساتھ دے !

رہبانیت کی نجات میری نجات نہیں !

میں دنیا کی ان بے شمار مسرت بھری بندشوں میں آزادی کی لذت کا جویا ہوں !

اس جہان خاکی میں میں اپنے جام سفالیں کو بار بار آب حیات سے بھرتا ہوں اور خالی کرتا ہوں !

اپنے اس گھر کو تو اُس کی عبادت گاہ کی طرح اپنے چراغ سے روشن رکھ،—

جس طرح خود اُس نے اپنی اس دنیا کے آسمان کو ستاروں سے روشن کر رکھا ہے !

حواس کے دروازہ بند کر رکھنا '

اپنے پاؤں میں ریاضت شاقہ کی کڑی زنجیریں پہننا '

یہ میرا کام نہیں !

آنکھوں کے نظارہ میں ' نغمہ میں ' خوشبو میں جو مسرت ہمیں حاصل ہے '

اے خدا ! تیری خوشی بھی انہی میں کہیں ہوگی !

یہ میری آرزوئیں ہیں جو اپنی جگمگاتی ہوئی صورتوں میں میری نجات کا باعث ہوں گی !

اور میرا عشق میری نیازمندی میں اپنے کمال کو پہنچے گا !

رہبانیت کی نجات میری نجات نہیں !

ٹوٹی بیدیا

میرے آقا ! اس عالمگیر زندگی میں جہاں تو آپ موجود ھے '

میرا تعلق بھی تجھ سے وھیں ھے !
ان جنگلوں اور میدانوں میں کوئی نہیں !
ھم سب سے الگ اور دور کوئی نہیں !
صرف میرے ھی اپنے دل میں کوئی نہیں !
میرے آقا ! جہاں تو ھر ایک کا ساتھی ھے ' وھیں تو میرا بھی رفیق ھے !
جہاں تو اپنی محبت سے عالم گیر زندگی کو اپنے سینہ سے لگائے ھے '
'میرا عشق بھی تجھ سے اُسی زندگی کی دلبستگی میں ھے !
عشق صرف گھر ھی کی چاردیواری میں محدود نہیں رھتا '
وہ روشنی کی طرح چھا جاتا ھے ' پھیل جاتا ھے !
دوست ! تو سب کے دل کی خوشی کا ایک سرچشمہ ھے !
میری خوشی بھی تیرے ھی سرور میں ھے !

## نور کی عظمت !

کس طرح اپنے دل کے سرور کو زبان سے ادا کروں !

صبح کا وقت ہے اور میرا دل خوشی سے ناچ رہا ہے !

اب میں یہ نغمہ میں کس طرح ادا کروں کہ وہ کون سی دولت ہے جو مجھے ملی ہے ؟

میں آج نور کی عظمت میں سانس لے رہا ہوں !

حسن بے نظیر اور سرور بے مثل کے عالم میں میں نے اپنے دل کے خلوت خانہ میں اپنے دل کے شہنشاہ کو دیکھا ہے !

اور اس خاموش محفل میں میں نے اس سے گفتگو کی ہے !

میں نے اس بے پایاں زندگی کے شہنشاہ کو دیکھا ہے !

لیکن اُس نے میری جانب نگاہ اٹھاکر دیکھا بھی یا نہیں ؟

اُس کی اُن پھول کی پنکھڑیوں سی انگلیوں نے مجھے چھوا بھی یا نہیں ؟

یہ باتیں میرے دھیان سے جاتی رہی ہیں !

بے انتہا خوشی کے عالم میں ان باتوں کو بھول گیا ہوں !

مجھے معلوم نہیں کیا ہوا !

صرف یہ معلوم ہے کہ میری آنکھوں سے مسرت کی روشنی قطرہ قطرہ ٹپک رہی تھی !

میری آنکھیں جو سرور کے آب حیات سے شاداب ہیں '
پھولوں کی طرح کھل گئی تھیں !

جدھر دیکھتا تھا یہی محسوس کرتا تھا کہ میں نے کسی کو پا لیا ہے !

لیکن میں نے کسے پایا یہ میری زبان سے ادا نہیں ہوسکتا !

کیا سبب ہے کہ فضاء آج خوشی سے ایک وجد کے عالم میں ہے ؟

وہ کون ہے جو اس لاجورد آسمان کو اپنی ہستی سے معمور کئے ہے ؟

میں نے اپنے آپ کو اُسی کے سپرد کیا ہے '
میرا جسم اُس کے نور سے مل کر ایک ہو چکا ہے !

یہی سبب ہے کہ صبح کی رنگین شعاعیں میرے جسم کے ذرات سے گھل مل گئی ہیں !

میں دل و جان سے اس پر نثار ہوچکا ہوں جس کا ضمیر روشن یہ تمام عالم ہے !

میرا وجود اُس کے ذرات میں کھو گیا ہے !

جس طرف نگاہ اٹھاتا ہوں مجھے اپنی ہی خوش و خرم روح جلوہ نما نظر آتی ہے !

میری ازل مسعود ہے میری ابد مبارک !

کھے یا

## میرا پیش کش !

آقا ! تو نے پرندہ کو گانا سکھایا ،
اس گانے کے سوا اس نے دنیا کے پیش کچھ نہیں کیا !
میرے گلے میں تو نے سُر پیدا کی !
میں اس سے زیادہ پیش کرتا ہوں—میں گاتا ہوں !
آقا تو نے ہوا کو آزاد پیدا کیا !
تیرے حکم کی پابند وہ اپنی سادگی میں آزاد بہتی ہے !
میری گردن پر تو نے جس قدر بار گراں لاد دیا ،
میں اسے لیکر کبھی سیدھا کبھی بھٹکتا چلا جارہا ہوں !
زندگی کے آخری روز میں اس بارگراں کو موت کے منھ میں جھونک دوں گا—
اور یوں تیرے قدموں پر لاکر رکھ دوں گا !
اس طرح اس بار سے آزاد ہوکر تیرے سامنے آن کھڑا ہوتا ہوں !
جو زنجیریں تو نے مجھے پہنائیں ، میں انہیں توڑ کر نجات حاصل کرتا ہوں !
میں آب حیات کے قلزم کا شناور ہوں !
تونے چاند کو مسکرانا سکھایا !
خوشی کی مسکراہٹ سدا اس کے لبوں پر کھیل رہی ہے !

اپنی اس ھنسی کے سیلاب سے وہ دنیا کے اندھیرے کونوں میں اجالا کر دیتا ھے

میری قسمت میں تو نے رنج و غم میں گھلنا لکھا !

میں اس دکھ کو اپنے آنسوؤں کے پانی سے دھو کر مسرت کی شکل میں بدل دیتا ھوں !

دن تمام ھونے پر روز فراق کو شب وصل میں تبدیل کر دیتا ھوں !

تونے صرف یہ جہان فانی پیدا کیا !

اور اس میں اندھیرے سے اُجالے کو لاکر ملا دیا !

مجھے اس جہان میں تونے خالی ھاتھ پیدا کیا

میری بے بسی پر تو قہقہہ زن ھے !

خلاء لامحدود کے اُس گوشہ میں بیٹھا قہقہہ زن ھے !

مجھے خدمت عطا ھوئی ھے کہ اس جہان کو بہشت کے سانچے میں ڈھالوں !

سبھی پر تیرے انعامات کی بارش ھے ،

صرف مجھہ ھی سے تو چاھتا ھے !

میں جو کچھہ اپنے عشق کی دولت سے تیرے حضور میں پیش کرتا ھوں ،

تو عرش پر سے اُتر کر اُسے قبول کر لیتا ھے !

میرے ھاتھ جو کچھہ بھی تو دیتا ھے ، میں اس سے زیادہ تیری خدمت میں پیش کرتا ھوں !

بو ۷ کا

## جب میں آیا !

جس دن تو اپنے آپ میں اکیلا تھا ،
اُس دن تو نے اپنے آپ کو دیکھا نہیں ، پہچانا نہیں !
اورنہ اس دن کوئی کسی کی راہ دیکھتا تھا !
نہ کسی کی آہ زندگی کے بادبانوں میں جنبش پیدا کرتی تھی !
تب میں آیا !
تیری نیند اُڑ گئی !
فضاء کے گوشہ گوشہ میں روشنی کے پھول کھلنے لگے !
پھولوں ھی پھولوں میں تونے مجھے پرورش کرنا شروع کیا !
میری زندگی کے گہوارے کو تونے طرح طرح سے جھلانا شروع کیا !
تونے مجھے ستاروں میں بکھیر کر پھر آغوش میں لے لیا !
اور پھر موت کے پردہ میں چھپا کر بار بار میرے منھ پر سے پردہ اُٹھا اُٹھا کر دیکھا !
جب میں آیا ، تیرا دل بھر آیا !
میرے ساتھ تیرا درد میرے دل میں آیا !
میرے ساتھ تیری بہار کی خوش آفرینیاں آئیں !

موت و حیات کا مد و جزر پیدا ہوا !

موسم بہار کی بیقراری آئی !

میرا آنا تھا کہ تو بھی آیا !

میرے ہاتھ کے چھونے میں تونے اپنے احساس کو پایا !

میری آنکھوں میں شرم ہے ' دل میں خوف اور منھ پر نقاب !

پھر تیرے دیدار میں یہ نقاب حائل ہوتا ہے '

میری آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں !

میرے محبوب ! جبھی میں سمجھتا ہوں کہ میرے ہی دیدار کے لیئے تو بیقرار ہے !

اگر یوں نہیں ' تو یہ سورج چاند ستارے سب بیکار ہیں !

بولاکا

لوگوں کے آنے جانے کی اس راہ کے کنارے
میرے دن تو گیت گاتے کٹ گئے !

اب میں چلتے وقت اس فکر میں ہوں کہ یہ راگ جو
میرے سینہ میں ہے کسے سونپتا جاؤں ؟

سوچتا ہوں کہ گیتوں کی یہ گونا گوں سریں رنگا رنگ کی
فصلوں میں باندھوں !

پھولوں کے رنگوں میں ، ان کی خوشبو میں اپنے نغمے بھرتا
جاؤں !

گیتوں کی موزونیت بادلوں کی سنہری تحریر میں لکھکر
محفوظ کردوں !

ان گیتوں میں سے کچھ، تو شب وصل میں کام آنے والی
مالا کے پھولوں کی ترتیب میں بندھے رہ جائیں گے ،

اور کچھ اُن ترستی آنکھوں کو جب وہ چار ہوں گی ، تر
کر دیا کریں گے !

کبھی کبھی میرے دل کا ٹکڑا کوئی جوگی بھی پالیگا !

پوروبی

واہ ! یہ گانا تیرا کیا خوب ہے !

میں حیران سنتا ہوں ، ہمہ تن حیرت سنتا ہوں !

تیرے نغموں کے نور سے دنیا میں اجالا ہے !

تیرے راگ کی سریں آسمانوں میں آزاد بہتی ہیں !

تیرے نغمے ہر سنگ راہ کو بہائے لیئے جاتے ہیں ،

سریں اپنے لطف میں سرشار بہتی چلی جارہی ہیں !

میں چاہتا ہوں تیرے گیت کی سر سے سر ملا کر گاؤں

اپنے گلے میں اس سُر کو ڈھونڈھتا ہوں اور نہیں پاتا ،

میں کچھہ ادا کرنا چاہتا ہوں وہ زبان پر نہیں آتا !

بار بار نا کام رہا ہوں ، ہار مانی ہے !

اپنے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر گریہ و زاری کرتا ہوں !

آہ ! میرے چاروں طرف نغموں کا جال پھیلا کر تونے مجھے حیرت سے ششدر کر رکھا ہے !

جس گیت کے گانے کے لیئے میں اس دنیا میں آیا ہوں '
آج تک اُسے گا نہیں سکا !
میں آج بھی سروں کے اونچ نیچ ھی کی کھینچ تان میں
ہوں !
اس گیت کی سریں ابھی تک درست نہیں ہوئیں !
لفظوں میں دل کے راز کو ادا نہیں کیا جا سکتا !
صرف میری روح میں اسے ادا کرنے کے لیئے ایک بےقراری
ھے !
آہ ! آج بھی وہ پھول کھل نہ سکا !
صرف نسیم صبح کا جھونکا سا آکر بہ گیا ھے !
جس گیت کے گانے کے لیئے میں آیا ہوں ابھی تک گا
نہیں سکا !
میں نے اسے بے نقاب نہیں دیکھا !
نہ اس کا پیغام ھی مجھ تک پہنچا ھے !
صرف کبھی کبھی اس کے پاؤں کی آھٹ میرے کان میں
آئی ھے !
اور صرف میرے دروازہ کے سامنے سے اس کا گذر ہوا ھے !
دن بھر کی محنت کے بعد دیکھتا ہوں کہ اب تک اس
کی مسلد بھی درست نہیں کر سکا !

گھر میں چراغ تک روشن نہیں ہوا !
میں کس طرح اُسے اندھیرے گھر میں دعوت دوں ؟
صرف اُسے پانے کی آرزو میرے دل میں ہے ؛
میں نے اُسے پایا نہیں !

پھولوں کے ساتھ جھڑ جھڑ کر ٹُوٹ ٹُوٹ کر ، گرد و غبار میں مل جل کر —

فنا ہو جانے کی اس تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکو گے کیا ؟

غور سے تم سنتے نہیں ،

آسمان کے گوشہ گوشہ میں ، سورج چاند ستارے میں ،

یہ موت کی سارنگی میں آخر کن نغموں کا شور ہے ؟

خرمن ہستی کو آگ دکھا کر ، دھکتی آگ میں —

جل مرنے کی اس تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکوگے کیا ؟

وہ دیوانہ کس پاگل کردینے والے گیت کی تان پر نہ معلوم کس طرف کو چل نکلا !

پیچھے کی طرف منہ موڑ کر وہ نہیں دیکھتا ، وہ کسی زنجیر کی گرفت کو نہیں مانتا !

لٹ کر برباد ہو جانے اور چھوٹ کر نکل بھاگنے —

بس بڑھتے ہی چلے جانے کی روح پرور تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکو گے کیا ؟

اس عالم گیر سرور کی سُر تال ، راگ رنگ اور خوشبو سے متوالی بہار ، برسات ، گرما و سرما کا ایک رقص لامتناہی جاری ہے !

نسیم آزاد ہے ؟

اٹھا کر پٹک دینے ، چھوٹ کر نکل جانے ، مر کر رہ جانے کی اس تال پر بھی قدم اٹھا کر ناچ سکو گے کیا ؟

گیتانجلی

## تاج محل !

اے روضۂ مرمریں !

یہ زندگی تجھے کس نے دی ؟

یہ حیات ابدی کا لبریز جام تیرے ھاتھ میں کس نے دیا !

جو تو اس طرح اس دنیا کے سرور کے پھول کو اپنے ھاتھ

میں لیئے همیشه آسمان کی طرف بڑھاے یوں خاموش کھڑا ھے !

بہار واپسیں کی سرد آہ سدا تیرا طواف کرتی ھے !

شب وصال کی آخری گھڑی تھی !

آسمان کے ستاروں کی دمک پر سپیدۂ سحر سے مردنی سی

چھا گئی تھی !

رات جگی تھکی ماندی آنکھوں کے آنسوؤں کی آبشار کے

کنارے ،

غم کے مارے دل کی تاریک گہرائیوں سے جو گنگناتا ھوا

گیت کبھی سنائی دیا تھا ،

وہ آج کہیں نہیں !

لیکن اے حیات ابدی کے تاج مرمریں !

وھی نغمہ وھی نواے غم تجھ میں آج بھی موجود ھے !

عاشق شہنشاہ نے اپنے ٹوٹے ھوئے دل سے اپنے مایۂ فراق کا

موتی نکالا ،

اور زمانہ کی ھتھیلی پر رکھ دیا !

اس شہنشاہ کا کوئی دربان کوئی پہرہ دار اس کی محافظت کے لئے موجود نہیں !

شہنشاہ عالم کے اس درد دل کے موتی کو صرف آسمان گھیرے ہوئے ہے !

آسمان اس درد کے موتی پر ایک الفت بھرا بوسہ سدا سے دئیے ھے !

صبح اپنے نور کی پہلی کرنوں سے اُسے نہلاتی ھے !

چاندنی اسے اپنی زرد حسرت انگیز روشنی کا لبادہ اڑھاتی ھے !

اے ملکہ ممتاز ! تیرے عشق کی یاد تیرے حسن سے بقا میں سبقت لے گئی !

بولاکا

شاھجہان !

خداوند ملک ، شاھجہان !

تجھے معلوم تھا کہ زمانہ کا تیز دھارا بہا جارھا ھے ،

حسن ، زندگی ، عزت و آبرو اور دولت سبھی کچھ بہائے لیئے جارھا ھے !

لیکن تیرے دل کا درد ؟

آہ ! شہنشاہ ! تیری یہ آرزو تھی کہ تیرے دل کا درد ھمیشہ کے لیئے باقی رہ جائے !

تیری سلطنت جو کہ اپنے استحکام میں آسمان سے گرنے والے برقی فولاد سے بھی مستحکم تر تھی ،

اگر وہ سلطنت غروب آفتاب کے رنگین منظر کی طرح فراموشی کے خواب گراں کی تاریکی سے مل کر بہہ جاتی ھے تو جائے ،

مگر ، شہنشاہ ! تیری یہ تمنا تھی کہ تیرے دل کا درد ،

سدا ایک بلند شعلہ نور فشاں کی طرح آسمان کو اپنے درد سے سوزاں و منور رکھے !

تیری یہی ایک آرزو تھی !

تیرا جاہ و جلال ، تیری عظیم‌الشان سلطنت کی شوکت ،

جو اس دنیا کے آسمان پر ایک محیّرالعقول، لعل و زمرد و عقیق و الماس سے مرصّع ایک قوس‌قزح کی طرح چھائی ہوئي تھی !

اگر وہ شان و شوکت عدم کی ویرانیوں میں کھو کر فنا ہوجاتی ہے تو ہوجائے،

آہ ! رہ جائے—

زمانہ کے رخسار پر تیری آنکھ سے گرنے والا ایک آنسو—

مجلا و مطہّر—تاج محل !

ہائے انسان کے بے اختیار دل !

بار بار کسی کو گردن پھرا پھرا کر دیکھنے کی فرصت کہاں ہے ؟

وقت جو نہیں، زندگی کے تیز دھارے میں تو بے اختیار بہا جا رہا ہے !

اس دنیا کی مختلف منزلوں پر سے تیرا گذر ہوتا ہے !

ایک گھاٹ پر سے تو بوجھ اٹھاتا ہے، دوسرے گھاٹ پر جا اتار دیتا ہے -

دکھن سے جب باد بہار گنگناتی ہوئی آتي ہے،

تیرے باغ کے گوشہ گوشہ میں آکر جھومتی ہے، پھرتی ہے، گاتی ہے !

بہار جب تیرے لگائے ہوئے باغ میں پھولوں کے ایک سیلاب کي طرح آتی ہے،

اور پھر جب شام کے وقت چرواھا اپنے گلے ریوڑ گاؤں کو هانکتا هوا لاتا هے '

تب مویشیوں کے پاؤں سے اُڑتی هوئی دھول شام کی تاریکی سے مل جاتی هے —

تب دیکھ ! بہار کی تمام حسن آفرینیاں بھی آهستہ آهستہ خاک میں ملنا شروع هوجاتی هیں '

پھول مرجھا کر جھڑ جھڑ جاتے هیں !

وقت نہیں : زمانہ کی ڈھیل نہیں !

پھر شبنم سے شرابور رات کا وقت هو '

تیرے باغ میں بہار اپنے جوبن میں کمال کو پہنچی هو '

اور پھر جب بادلوں کے ٹکڑے سفید سفید روئی کے گالوں کی طرح نیلے آسمان میں بھٹکتے پھریں '

تب شاید تو نے بھی آنسوؤں سے دامن بھر بھر کر کسی کے مزار پر اپنی نذر کے موتی نثار کیئے هوں !

هائے اے انسان کے بے اختیار دل !

هائے تیرا انتخاب !

سب کچھ دن تمام هوئے پر یہیں راستہ هی کے کنارے چھوڑ کر چل دینا هوگا !

وقت نہیں ' فرصت نہیں ' زمانہ کی مہلت نہیں !

خداوند ملک !

جبھی تونے اپنے تڑپتے هوئے دل میں سوچا تھا '

اور تونے یہ آرزو کی تھی کہ زمانے کے دل کو حسن کا نذرانہ دیکر موہ لے ، اُسے چھین لے !

واہ ! تونے اپنی اس نذر اس تحفہ کو کیا ھی دلفریب بنایا—

موت ، جو کہ شکل و صورت سے مبّرا تھی ،

تونے اُسے لازوال حسن مجسم عطا کیا !

واہ ! تونے اسے کیا ھی دلکش بنایا !

لیکن آہ ! آنسو بہانے کے لیئے زمانہ میں فرصت نہیں ، اشک ریزی کی مہلت نہیں !

جبھی تونے اپنے نہ تھمنے والے آنسوؤں کو سکوت مرمریں کے جال میں پھانس کر رکھدیا !

اس آسمان تلے ،

چاندنی کی خاموش عبادت گاہ میں ،

تو اپنی محبوبہ کو جس نام سے آھستہ آھستہ اپنے دل ھی دل میں یاد کیا کرتا تھا ،

وہ نام اور اُس کی تان آج ھر کسی کے کان میں گونج رھی ھے !

اے شہنشاہ ! اے شاعر ! وھی تیرے دل کی آرزو کی تصویر ، کسی کے حسن دلآویز کی یاد—

اس عظیم‌الشان ،

سراپا اطمینان ،

مجسمۂ مرمریں میں باقی رہ گئی ہے !

یہی تیرا پیغامبر ،

یہ بے مثل شعر ،

یہ بے نظیر وزن ، لاجواب ترنّم ،

آسمان کی طرف سدا پرواز کر رہا ہے ، جہاں تیری محبوبہ کی آرام گاہ ہے !

وہ صبح کے منظر رنگین کے انعکاس میں ہے !

شام کی تھکی ماندی گہری سانس میں ہے جو افق مغرب پہ چھائی ہوئی ہے !

پورے چاند کی چاندنی کے کھیت میں چھٹکنے والے موتیا کی ملاحت بے پایاں میں ہے !

وہ اُس غیر مرئی ناقابل بیان فردوس میں ہے ،

جہاں سے تشنۂ دیدار آنکھیں بار بار نامراد لوٹ آتی ہیں !

تیرا یہ بے زبان پیغامبر ، حسن کا پتلہ—تاج محل ،

ہر زمانہ میں زمانہ کے پہرہ دار کی نگاہ بچا کر ، تیرا پیغام لیکر چلا ہے :

" بھولا نہیں ، میری جان میں تجھے بھولا نہیں " !

شہنشاہ ! آج تو اس دنیا میں نہیں !

تیری سلطنت ایک خواب شیریں کی طرح اُڑ گئی !

تیرا تخت آج باقی نہیں !

تیرا لشکر ، جس کے قدموں کی دھمک سے زمین کے توازن
میں خلل آجاتا تھا ، دنیا ڈانواڈول ہوجاتی تھی ،
آج اس تمام جاہ و جلال کی یاد دھلی کی سڑکوں کے گرد
و غبار میں اڑتی پھرتی ہے !
تیرے درباری ، مصاحب ، تیری بارگاہ کے شاعر آج تیری
مدح میں قصیدہ خواں نہیں !
جمنا کی لہروں کی تال سے تیرے محل کی نوبت کی
تال نہیں ملتی !
محل کی حسین رقّاصہ کی پازیب کی جھنکار ویران
محلوں کے گوشوں میں خاموش پڑی ہے !
اور آج وہاں جھینگروں کی کرخت آواز کی گونج سن کر ،
اندھیری رات کا تاریک آسمان اپنی قسمت پر پھوٹ پھوٹ
کر روتا ہے !
تیرا قاصد ، جسے تکان کبھی اپنی خدمت سے برگشتہ دل
نہیں کرتی—
بادشاہوں کی سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے سے جسے سروکار
نہیں—
جو زمانہ کی تعمیر و تخریب کو کسی گمان میں نہیں
لاتا—
زندگی اور موت کی دستبرد سے جو آزاد ہے ،
اپنے نغمۂ دلگداز سے عالم کو محو غم کیئے ہوئے ہے ؛

تیرے اس قاصد کا پیغام—تاج محل کی فریاد '
سدا کے فراق زدہ شہنشاہ کا پیغام ھے :
'' بھولا نہیں ' میری جان میں تجھے بھولا نہیں ! "

غلط ھے ' کون کہتا ھے تم بھولے نہیں ؟
یہ کس نے کہا کہ محبوبہ کی یاد کے قفس کو کھول کر
تونے یاد کے پرندے کو اڑجانے نہیں دیا ؟
تونے محبوبہ کی یاد کے پرندے کو اڑ جانے نہ دیا ؟
ماضی کا افق مغرب جو سدا ایک عالم تاریک و تار ھے '
تیرا دل آج بھی اُس کی زلف سیہ کے پیچ میں اٹکا ھے ؟
فراموشی کی سدا کھلی راہ پر وہ نکل نہیں گیا ؟
مزار ' مزار تو سدا ایک جگہہ پر قائم ھے !
تربت کی گہری تاریکیوں میں چھپا ھے !
اور تربت موت کو اپنے کفن کے پردہ میں ڈھانپ کر رکھتی ھے !
لیکن زندگی ؟ زندگی کو کون روک سکتا ھے ' کون ٹھہرا سکتا ھے ؟
آسمان کا ھر ستارہ اُسے اپنی راہ پر بلا رھا ھے : چلے آؤ !
عالم عالم میں زندگی کو دعوت ھے ! '
زندگی کے ھر نئے مطلع صبح میں اُسے بلاوا ھے !
یاد کی گرہ ٹوٹ ٹوٹ جاتی ھے ' وہ ھاتھ سے چھوٹ چھوٹ جاتی ھے '

فراموشی کی کھلی راہ میں کھو جاتی ھے !

شہنشاہ ! تجھے دنیا کا تاج و تخت اپنی آغوش میں سنبھال کر نہیں رکھ سکا '

سمندروں کی پرورش کی ھوئی یہ زمین' اے عظیم‌الشان ! تیری زندگی کے لئے ناکافی ثابت ھوئی '

جبھی تو اس دنیا کو زندگی کی رنگین محفل سے برخواست ھوتے وقت دونوں پاؤں سے ٹھکرا کر چلدیا !

تو خود اپنے اعمال کی بزرگی سے کہیں بزرگ تر ھے '

جبھي تیري زندگی کا رخش تیزگام بار بار تیرے اعمال اور اُن کے نتائج کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جاتا ھے !

جبھی تیرا نشان یہاں باقی رھتا ھے اور تو خود یہاں نہیں رھتا !

وہ دلبستگي جو آگے بڑھ نہ سکے نہ بڑھا سکے '

جس عشق نے اپنا تخت سر راہ رکھدیا ھو '

اُس عشق نے جس لطف اور عشرت سے تیرا استقبال کیا '

وہ راستہ کی دھول کی طرح تیرے پاؤں سے لپٹتا رہ گیا تھا '

تونے اُسے اپنے پاؤں کی گرد کی طرح جھاڑ کر راستہ کے حوالہ کیا !

مگر تیرے پیچھے کی راہ کی گرد میں ' تیرے دل کا ایک ٹکڑا نہ معلوم کب گرا تھا '

وہ گویا تیری زندگی کي مالا کا ایک بیج تھا ' جو کھل کر گر پڑا !

تو خود تو بہت دور جا چکا ھے '
لیکن وہ بیج ایک لازوال پھول کی صورت میں کھلا ھے !
آسمان کی طرف منھ اٹھائے کھڑا ھے !
اس کے نغمہ کی تان پکارتی ھے :
'' جس قدر دور بھی نگاہ ڈالتی ھوں ' وہ مسافر خود تو کہیں نہیں !
اُس کی محبوبہ اُسے روک نہ سکی '
تخت و تاج نے اُس کے لیئے راستہ چھوڑ دیا ' اُس کی راہ میں حایل نہ ھوا '
کوھسار اور قلزم آگے سے ھٹ گئے '
آج اُس کا راھوار ' شب تار کی خاموش گونج میں سے ' سیاروں کی تان پر اڑتا ھوا '
مطلع صبح کی طرف رخ کیئے چلا جارھا ھے !
جبھی میں آج یہاں محبوبہ کی یاد کے بوجھ تلے پڑی ھوں '
اور وہ جو اس بار سے آزاد ھے یہاں نہیں ! ''

بولاکا

اے عورت !

تو صرف پروردگار ھی کی آفرینش کا نمونہ نہیں ‘
تیرے بنانے میں انسان کا بھی ھاتھ ہے !
اُس نے تجھے اُس حسن سے آراستہ کیا جو اس کے دل میں تھا !
شعرا نے اپنے فکر رسا اور اپنی زرّیں تشبیہات سے تیرا لباس بن کر تجھے پہنایا ہے !
اور اس طرح انہوں نے تیرے حسن میں چار چاند لگائے ھیں !
بت تراشوں نے اپنے شاھکاروں میں تیری ذات کو جاودانی زندگی عطا کی ہے !
گوناگوں رنگ ‘ طرح طرح کی خوشبوؤں اور مرصّع زیوروں سے تجھے آراستہ کیا ‘
موتی سمندروں کی تہ سے ‘ گوھر کانوں کی گہرائیوں سے تیری آرائیش کے لئے مہیا کیئے گئے !
تیرے سنگار کے لیئے گلستانوں سے پھول آئے ‘
اور تیرے حنا بستہ پاؤں پر ان کی زندگی ‘ ان کے حسن کو نثار کر دیا گیا !
جامۂ شرم و حیا سے ‘ جواھرات سے مرصع و رنگین لباس سے تجھے سجایا ہے !

تو اس قدر کمیاب ہے کہ تجھے چھپا کر رکھتے ہیں !
آرزو کی روشنی کا عکس تیری ذات پر آکر پڑا ہے !
تو نصف عورت ہے اور نصف تصوّر محض !
اے عورت ! تو صرف پروردگار ہی کی آفرینش نہیں !

شونارتوری

## ۳۸

## راہ !

میں راہ ہوں ، دور دور ملک ملک میں پھرتی پھراتی گھوم پھر کر دروازہ کے باهر آن کھڑی هوتی هوں !

گھروں کے اندر طرح طرح کے تخیلات اور سوچ بچار کا سلسلہ جاری هے !

مجھے کبھی کبھی ان گھروں کی چار دیواری کے اندر کے تخیلات کا ایک آدھ بے معنی ٹکڑا مل جاتا هے ،

گھر کے اندر سے بلند کھڑکی کے شگاف میں سے روشنی میری گرد پر کچھ لکھ دیتی هے —

نا مکمل سی ایک تحریر !

زندگی کی اس منزل کہ میں کیا کچھ هے ، کتنے کوچے هیں ، محلے هیں ، منزل پر منزل کھڑي هے ، بالاخانہ هیں !

میں بد نصیب هوں ، ایک طرف پڑي هوں !

سب کے نزدیک هوں ، جب بھی بہت دور هوں !

میں نظر نہیں مطمح نظر هوں !

نشان نہیں ، نام و نشان کے ماوریٰ هوں !

میري ابتدا نہیں انتہا نہیں !

دنیا کی بزم طرب میں جسے شرکت کا پروانہ مل جاے میں اُسے لاکر یہاں پہنچا دیتی هوں !

اس پروانہ کے ٹکڑے بالآخر میرے سینہ پر آکر گرتے ہیں '
میں گرد و غبار میں انہیں ملا کر ' آندھی طوفان کے چکر
میں لاکر اڑا دیتی ہوں !

گذرے ہوئے زمانوں کی مدتوں سے بھولی ہوئی باتوں کی
ایک مالا پروتی چلی جاتی ہوں '
چلی جاتی ہوں !

سب جسے منہ سے کہتے تو ہیں پر کسی کے منہ سے سنتا
کوئی نہیں '
جسے سبھی کہتے ہیں ' ہاں میں جانتا ہوں ' میں وہی
ازلی پیغام ہوں !

اے تاجر کے مال و مطاع لے جانے والی گاڑی ' اور اے بادشاہ
کی سواری !
میں راہ ہوں ' گذر کر بھول جانے والی راہ !

درد و غم ' مصیبت و الم سب کا نام و نشان مٹاتی چلی
جاتی ہوں !
میرے پاس کچھ رہتا نہیں !
میں غم اور خوشی میں ہر کسی کو لیئے جاتی ہوں !
برے بھلے دن میں نہیں سمجھتی '
میں تارک الدنیا ہوں ' جوگی ہوں !

معلوم نہیں بار بار یہ سبز گھاس میرے کنارہ کہاں سے
آتی ہے '
اور آکر چلی جاتی ہے !

وہ بھی چلے جاتے ھیں جو اسے روندتے چلے جاتے ھیں !

اس عجیب و غریب اور دل فریب دنیا میں میں بھی عجیب ھوں !

خالی اور سادہ ھوں ‘

میرے پاس کچھ رھتا نہیں !

راہ پر کوئی بیٹھتا نہیں ‘ تاخیر کسی کو گوارا نہیں !

میرے بائیں ھاتھ سرسبز کھیت ھیں تو دائیں ھاتھ آبادی‘

زندگی میرے دونوں ھاتھ زمانۂ حال کا دامن پکڑے کھڑی ھے !

میں تمام زمانوں کی زنجیروں سے آزاد ھوں—

درمیان سے گذر جاتی ھوں !

مستقبل کی طرف رخ کیئے چلی جاتی ھوں ‘

سدا چلی جاتی ھوں !

جبھی میں بے برگ و بار ھوں !

میرے پاس کچھ رھتا نہیں !

میں کچھ چاھتی نہیں ‘ نہ کسی کی تلاش میں ھوں ‘

مجھے بھول جانے کے لیئے مسافر بھی گیت گاتے ھوے گذر جاتے ھیں !

میں کسی کو روک نہیں سکتی ‘

وہ گانا بھی میرے ھاتھ نہیں آتا جو مسافر گاتے چلے جاتے ھیں !

میري دھول پر سے جب باد بہار کا گذر ہوتا ہے تو پھول نہیں کھلتے !

زندگی میں سخت خسارہ اٹھانے کے بعد جب کوئی کنگال میری دھول پر آکر آسن جماتا ہے ' تو ایسے مسافروں کا زاد راہ ان کی منزل کے قریب ہی پڑا رہ جاتا ہے !

مسافر اسے میري خاک پر سے اٹھا لیتے ہیں !

میں بے نوا ہوں ' مفلس ہوں !

مجھے کسی سے دلبستگی نہیں !

مجھ پر سب سخت گیر ہیں !

یہ صرف بھولے بچے ہیں جو مجھے پہچانتے ہیں !

مجھے وہ قید و بند سے آزادی اور چھٹی کی صورت میں پہچان لیتے ہیں !

اپنے گھروں سے باہر آکر وہ میرے پاس آتے ہیں !

روک ٹوک ' کسي بات کا حکم ' کسی بات کی تنبیہ وہ میرے یہاں نہیں پاتے !

میرے پاس گھر کی ضروریات کا سامان بھی نہیں !

دنیا کے خالق کی طرح یہ بچے بھی خلا کو اپنے کھیل سے بھر رکھتے ہیں !

صرف بچے ہی مجھے سمجھتے ہیں !

بربادی کی دھول سے وہ نئي آبادي کی صورت پیدا کرتے ہیں !

مھری متّی سے وہ بے بنیاد گھر بنا کر اپنا وقت کاٹتے ھیں !

جس کے دام نہیں ، جس کی قیمت نہیں ، وھی کچھ ان کے لیئے بے بہا کھیل کا سامان پیدا کرتا ھے !

بنانا اور بگاڑنا اُن کا کھیل ھے !

اسی کھیل میں ان کا دل لگتا ھے !

یہی کھیل وہ مجھ سے کھیل سکتے ھیں !

جبھی وہ مجھے چاھتے ھیں !

پورابي

## نوخیز کی تاخت !

اے میرے نوخیز ! سر سبز نادان !
اس ادموئی مخلوق کو تو اپنی طفلانہ ٹھوکر سے ھوش میں
لا ،

موت سے بچا !
صبح زندگی کی سنہری روشنی کی مے سے تو سرشار ھے ،
پرواہ نہ کر جو کچھ بھی تجھے یہ کہیں !
بزرگانہ مباحث کا طفلانہ اٹکھیلیوں سے خاکہ ازانا تیرا شیوہ
ھے !

اے میرے شریر !
اٹھ کر ناچ اور انہیں بھی رقص میں لا !
میرے نو خیز ! آتش کے پرکالے ! ادھر آ !

قفس ھوا میں آھستہ آھستہ جھول رھا ھے ، اور کسی چیز
میں حرکت نہیں !
ان کے گھروں پر سکوت مرگ چھایا ھوا ھے !
اور وہ جو پختہ سال بوڑھے ھیں ،
ان کی آنکھیں بوجھل پلکوں کے پروں کے نیچے ملدی ھیں
وہ غنودگی کی پھنک میں ھیں ،

نقش بر دیوار ' خاموش اور بے حس و حرکت ہیں !
اندھیرے میں یہ پنجرے کے اندر بند پڑے ہیں !
اے نئی پود کے علمبردار ! میرے بے سمجھ نادان ! ادھر آ !

باہر اس کھلی دنیا کی طرف کوئی نہیں دیکھتا '
کوئی نہیں دیکھتا کہ دریا میں جوار آیا ہے '
موجیں سمندر میں اٹھ رہی ہیں ' کوئی نہیں دیکھتا '
یہ زادگان خاک مٹی پر پاؤں رکھ کر چلنا پسند نہیں کرتے'
بانسوں کے اونچے مچانوں پر سب اپنی جگہ اٹل بیٹھے ہیں !
آ او میرے بے قرار ! زندگی کے ثمر نارسیدہ ! ادھر آ !

یہاں ہر کوئی تجھے ٹوکے گا ' منع کریگا '
اچانک جب وہ تیری چکاچوند روشنی کی چمک دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے :
کیا غضب ہے ؟ یہ کیا شرارت ہے ؟
تجھ سے ٹکرا کر وہ بھڑک اٹھیں گے '
اپنے بستر چھوڑ تیرا پیچھا کریں گے !
یوں جب وہ جاگ اٹھیں گے تو حق و باطل میں جنگ چھڑ جائیگی !
اے میرے شجاع ! میرے سدا سرسبز ! ادھر آ !

زنجیروں کے دیوتا ' قید و بند کے خداوند کا وہ مندر کیا سدا یوں ہی کھڑا رہیگا ؟

سراپا دیوانے ! دروازہ پٹک ' آندھی کی طرح اپنا پرچم
اڑاتا ہوا اندر آ !
اپنے قہقہوں سے آسمان کا سینہ پھاڑتا ہوا چلا آ !
ہر طرح کی غلطیاں ' فرو گذاشتیں چن چن کر نکال اور
اُڑادے !
آ اے میرے سر مست آزاد ! میرے نو خیز ! ادھر آ !

کشاں کشاں انہیں اپنی راہ پر لا '
آزادی کی راہ پر انہیں آزاد کر کہ نا معلوم استقبال کی
راہ اختیار کریں !
یہ دیکھتے ہوئے کہ تیرے لیئے مصائیب ہیں ' سزائیں ہیں'
زندگی تیرے سینہ میں خوشی سے ناچ رہی ہے !
ان کتابوں کے پابند ' رسم و رواج کے دینداروں پر راہروی
کے قانون واضح کردے !
آ اے میرے آزاد ! تمر نا رسیدہ ! ادھر آ !

اے جاودانی سرور و شباب کے سرمایہ دار !
جو کچھ پرانا اور فرسودہ ہے اُسے پھینک !
غیر فانی زندگی کو دنیا میں چاروں طرف لٹا دے !
تیرے سرسبز حسن کی شادابیسے دنیا پر آج صبح کا عالم
ہے !
طوفانی بادلونکی بجلی میں تیری ہی زندگی کی تڑپ
ہے !

اور بہار کے بے قرار جوبن کے پھول تیرے ہی حسن کے رہین منت ہیں !

آ اے مہرِ لازوال ! سدا سرسبز ! ادھر آ !

بولانا

اپنی گرفت کو مضبوط رکھ ، مستحکم پکڑے رہ !

فتح تیرے ہی لیئے ہے !

دیکھ ! تاریکی آہستہ آہستہ کٹتی چلی جارہی ہے ، اب خوف نہ کھا !

مشرق کا سینہ چاک ہوا !

گھنے جنگل کی تاریکی سے ، وہ دیکھ ! صبح کا ستارہ نمودار ہوا !

اب تجھے خوف کس اندھیرے کا ہے ؟

اِن پر تو خواب گراں کا غلبہ ہے !

انہیں اپنی ذات پر اعتماد نہیں !

نا امیدی ، جمود اور شک و تذبذب !

یہ تو صبح کے نور کی پیدایش نہیں !

باھر آ ! دوڑ ، مشرق کی طرف نگاہ اٹھا !

آسمان صبح کے نور سے معمور ہوا !

اب خوف نہ کھا ، فتح تیرے ہی لیئے ہے !

گیتانجلی

میرے آقا ! جب گانے کے لیئے تیرا ارشاد ہوتا ہے تو فخر سے میرا دل سینہ میں نہیں سماتا !

میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں ' تیری طرف دیکھتا رہ جاتا ہوں '

اور آنسو میری آنکھوں میں بھر آتے ہیں !

میری زندگی میں جو کچھ، سخت اور سست ہے وہ تیرے نغمہ کے آب حیات کے بہاؤ میں آکر بہہ جاتا ہے !

میری دعا طائیر نغمہ سرا کی طرح آسمان میں پر پھیلا کر پرواز کرتی ہے !

میرا گانا تجھے دل سے بھاتا ہے !

میں جانتا ہوں یہ میرا نغمہ ہے جس کی پرواز مجھے تیرے قدموں تک پہنچا سکتی ہے !

میں تیرے حضور میں اپنے گیت گاتا ہوں !

میرا دل تجھ تک نہ پہنچ سکا—

میرے دل سے نکلنے والے نغمہ نے تیرے پاؤں چھو لیئے !

میں اپنے گیت کی تان میں اپنے آپ کو کھو بیٹھتا ہوں !

اور تجھے کہ تو میرا آقا ہے ' محبوب کہہ کر پکارتا ہوں !

یہ بات قرار پائی تھی کہ ہم تم دونوں اکیلے ایک کشتي
پر سوار سمندر میں چلے جائیں گے !

کہیں نہیں ' یونہي نکل جائیں گے !

ان تینوں عالموں میں کسی کو خبر تک نہ ہوگی کہ ہم
کہاں چلے ؟

کہاں چلے اور کس ملک کو چلے ؟

اس اتھاہ سمندر کی تنہائی میں تجھے اپنے گیت سناؤں
گا !

میرے نغمے سمندر کی موجوں کی طرح بندشوں سے آزاد
بہتے چلے جائیں گے '

اور تو انہیں خاموش مسکراتا ہوا سنے گا !

شاید ابھی وقت نہیں ہوا '

ممکن ہے میرے کام ابھی باقي ہوں !

دیکھو ! شام کی تاریکی ساحل پر آکر پھیل گئی !

تاریکی روشنی سے آن ملی '

دریائی پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے '

سب لوٹ آئے ' اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹ آئے !

مگر تو کب اپنی کشتي لیئے گھاٹ پر آئیگا کہ مجھے

ساحل کے بندھنوں سے آزاد کرے ؟

ڈوبتے ہوئے آفتاب کی آخری کرنوں کی طرح ،

ہماری کشتی اندھیرے میں بہتی چلی جائیگی—

یونہی بہتی چلی جائیگی !

جہاں سب سے حقیر ، نادار سے نادار اور بے نوا کا ڈیرہ ہے ،
میرے آقا ! وہاں تو اُن کا ساتھی ان کے ساتھ ہے —
سب سے پیچھے ، سب سے نیچے ، سب کچھ کھوئے ہوؤں
کے ساتھ ہے !

میں جب چاہتا ہوں کہ تیرے حضور میں جبہ سائی کروں ،
تو معلوم نہیں میرا سجدہ اپنی رسائی میں کہاں تک
پہنچ کر رہ جاتا ہے !
جہاں تو دنیا کے دھتکارے ہوؤں کے ساتھ ہے ،
میرا سجدہ اُس مقام پر تجھ تک پہنچنے سے قاصر ہے —
جہاں تو سب سے پیچھے ، سب سے نیچے ، سب کچھ
کھوئے ہوؤں کے ساتھ ہے !
ہماری نخوت کو وہاں دخل نہیں ،
جہاں تو نادار کے چیتھڑے پہنے ہوئے بیکسوں میں
بیکس ہے ،
جہاں تو ہر بے نوا کا ساتھی ہے ،
وہاں تک میرے دل کی رسائی نہیں —
جہاں تو سب سے پیچھے ، سب سے نیچے ، سب کچھ
کھوئے ہوؤں کے ساتھ ہے !

گیتانجلی

اے میرے بد نصیب وطن !

جنہیں تونے بے عزت و بے آبرو کیا ھے ،

ان کی ذلت میں ذلیل ہوکر تجھے انہی کے برابر ہونا پڑے گا !

جن کی انسانیت کے حق کو تونے چھین لیا ھے ،

اپنے روبرو کھڑا رکھکر جنہیں تونے اپنے قریب بیٹھنے کی جگہہ تک نہ دی ،

ان کی بے آبروئی میں تجھے بے آبرو ہونا پڑے گا !

تونے نفرت سے انسان کے جسم کو اپنے جسم سے چھونے نہ دیا ؛

انسان کو تونے اپنے پاس سے دھتکار دیا —

انسانیت کے پروردگار کو تونے آئے دن اپنی نخوت سے ٹھکرا کر ذلیل کیا ،

قہر اور قحط و وبال کے عالم میں تجھے بھی ان کا شریک ہونا پڑے گا !

تجھے بے آبروی میں ان کے ساتھہ بے آبرو ہونا پڑیگا !

اپنی بلند مسند پر سے جب تونے انہیں دھتکار دیا ،

تو ظالم تونے اپنی قوت بازو کو ذلیل کرکے اپنے گھر سے نکال دیا —

وہ قوت پاؤں میں پائمال ہوتی ھے ،

اس کی زندگی سڑک کی دھول میں کٹتی ہے !
اسی پستی میں ، قعر مذلت میں اتر آ !
کود پڑ — تیری سلامتی کی اور کوئی راہ نہیں !
ذلت و بے آبروئی میں تجھے سب کا شریک ہونا پڑیگا !
تونے جنہیں نیچے گرا دیا ہے وہ تجھے بھی اپنی پستی میں لے مرینگے !
تونے جنہیں پیچھے پھینک دیا ہے وہ تجھے بھی پیچھے کھینچینگے !
جہل کی تاریکی میں تونے انہیں ڈھانپ رکھا ہے ،
تیرے نصیبوں پر بھی اسی تاریکی کا سیاہ پردہ پڑا ہے !
ہاں بے آبروئی میں تجھے بھی سب کا شریک ہونا پڑیگا !
سینکڑوں صدیوں کی ذلت و بے آبروئی کے بار گراں کے سبب انسان اپنا سر اوپر اُٹھا نہیں سکا !
تجھے شرم نہیں آئی ، تونے دیکھا نہیں ؟
بے کسوں کا معبود اُن کے ساتھ گرد و غبار میں اٹا ہے !
موت کا پیغامبر تیرے دروازہ پر کھڑا ہے !
تونے اُسے بھی دیکھا نہیں ؟
اگر تو سب کے ساتھ، نہ مل سکے تو الگ ہوجا !
اپنی خودی اور رعونت میں پا بزنجیر دور کھڑا رہ
کہ موت کی قلب سوز آگ کے شعلوں میں جل بھن کر ،
راکھ ہوکر ، تجھے سب کے ساتھ مل کر ایک ہو جانا ہوگا !

گیتانجلی

اس ابر شگاف علم کو دیکھ !

وہ اپنی فلک پیما سواری پر سوار ، خود ہماری ہی راہ کا مسافر ہے !

سب آؤ متحد ہو کر یک بار حملہ آور ہو ، زمانہ کی رتھ کو کھینچو !

گھروں کے چھپے کونوں میں کہاں دبکے بیٹھے ہو ؟

نوع انسانی کے اس جمگھٹے میں کود پڑو ،

نعرہ زن ہوکر اپنی جگہ پر قبضہ کرو !

اور ذاتی کام جو تمہارے ہیں وہ رہیں ، ان کو آج بھول جاؤ ، دل میں نہ لاؤ !

کھینچو ! اس زمانہ کی رتھ کی رسیوں کو مضبوط پکڑو ، کھینچو —

اپنی حقیر زندگی کی امید سے ہاتھ دھوکر کھینچو !

اور دھوپ ہو یا چھاؤں ،

ہر نگر ہر گاوں ، میدانوں اور پہاڑوں سے گذر جاو !

یہ سر پر آسمان جو گردش میں ہے ،

اس کی گردش کی گونج تمہیں اپنے سینہ سے اٹھتی سنائی نہیں دیتی ؟

تمھارے دوران خون میں کیا اس گردش چرخ کی پیدا کی ہوئی حرکت موجود نہیں ؟

موت کو شکست دینے کی ہمت کیا دلوں میں موجزن نہیں ؟

تمنا کی بھوک کیا سیلاب کی طرح تمھارے استقبال پر چھا نہیں گئی ؟

دیکھ، اس کی فلک پیما سواری پر اس کے ابر شگاف علم کو دیکھ !

وہ خود بھی ہماری ہی راہ کا مسافر ہے !

کالی کالی گھٹاؤں میں یہ سفید ھنسوں کی ڈار!
آشیانوں کو خیر باد کہہ کر سفر کو نکلنے والوں کا یہ قافلہ دیکھ—
مجھ، تارک الدنیا کے دل کے راز کو گویا اپنی پرواز کی تان میں گاتا چلا جا رہا ھے!
یہ کس راگ کا الاپ ھے جو دور سے سنائی دیتا ھے؟
یہ کس نغمہ کی کشش ھے جس نے ان کے دلوں کو خوف سے آزاد کردیا ھے؟
یہ کس چمن سے ھوکر آنے والی نڈر دیوانی ھوا ھے،
جس کی اکساھٹ نے ان کے بازوں کو اس دیوانی پرواز پر آمادہ کیا؟

ان کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی ھے!
ان کے دلوں سے خوف غائب ھے!
جو آنکھوں سے اوجھل ھے، ان کی نگاہ اسی پر جمی ھے!
پیچھے کی طرف گردن موڑ کر یہ نہیں دیکھتے!
وھی، جسے انہوں نے کبھی دیکھا تھا،
آج اسی نے انہیں پکارا ھے!
نا معلوم راستہ پر سفر سے یہ چوکتے نہیں!
آج اس دن کے تمام ھونے پر یہ کونسی شب وصل کی یاد ھے،
جو ان کے دلوں کو یوں کشاں کشاں اڑائے لیئے جارھی ھے؟

پروباھی نی

## بادنسیم کا پیغام !

گلاب کے پھول نے کہا : " نسیم ! تیرے پیغام کو کون سمجھتا ہے ؟

کیوں تونے صبح سویرے ہی میرے دروازہ پر آ کر دستک دی ؟ "

نسیم نے کہا : گلاب کے پھول ! میری بات سمجھو یا نہ سمجھو ،
مجھے معلوم ہے تمہیں کس کے وصال کی فکر دامن گیر ہے !
صبح ہوگئی ، میرے پھول میں نے تو صرف تمہیں خواب سے بیدار کردیا ! "

پرندہ نے کہا : " نسیم ! تجھے کس کی تلاش ہے ؟ مجھے زرا تفصیل سے کہہ ! صبح ہوتے ہی کیوں تونے میرے آشیانہ کو جھولا جھلا دیا ؟ "

نسیم نے کہا : " پرندے ! میری زبان تم سمجھو یا نہ سمجھو
میں خوب سمجھتی ہوں تم کسے دل دئیے بیٹھے ہو !
بس صبح کی روشنی آکر فضا پر چھا گئی ،
میں نے تو صرف اس لا محدود کا پیغام تیرے کان میں کہہ دیا ! "

ندی نے کہا : " نسیم ! میں تیری بولی سمجھنے سے رہی آخر یہ بے قراری کس لیئے ہے ؟ "

نسیم نے کہا : ندی ! میری بولی تم سمجھو یا نہ سمجھو لیکن میں اس مقصود و منتہی کو پہچانتی ہوں جس کی تلاش میں تو سر گرداں ہے—

اسی سمندر کے مستانہ رقص کو میں نے تیرے سینہ تک پہنچا دیا '

وہی ناچ میں نے تیری لہروں کو ناچنا سکھا دیا ! "

کھلے میدان نے زبان کھولی : " مجھے نہیں معلوم یہ کس کے قدم ہیں جنہیں چومنے کی مجھے عزت حاصل ہے ؟ "

نسیم نے کہا : " مجھے تم سمجھو یا نہ سمجھو ' میں خوب جانتی ہوں تمہیں انتظار کس کا ہے ؟

دیکھو ! بہار آتی ہے !

میں نے تو صرف بہار کی آمد کی تان تم تک پہنچا دی !

تب سب نے کہا : "نسیم ! تو بتا تیرا گوہر مقصود کیا ہے ؟

ہم سے کہہ آخر تجھے تلاش کس کی ہے ؟ "

نسیم بولی : " میں تو مسافر ہوں !

میرا پیغام تم سمجھو یا نہ سمجھو ' میں خوب سمجھتی ہوں تم سب کس کے دلدادہ ہو !

میں تو صرف آتی ہوں اور چلی جاتی ہوں !

اس ہستی کا خواب دکھاتی ہوں جو وہم و قیاس سے باہر ہے !

میں صرف گاتی ہوں ! "

پراوبی

## دولت گم گشتہ

اِس دنیا کے خالق نے جب کائنات کی آفرینش کا کام ختم کر لیا '

اور ستارے اس نیلے آسمان کی چھت میں جگمگانے لگے '
تو اس نئی دنیا کے روبرو محفل رقص و سرود قائم ہوئی !
تمام فرشتے اس ستاروں بھرے آسمان کے سایہ کے نیچے آن جمع ہوئے '

اور خالق ارض و سماوات کی ثنا میں گانے لگے :
واہ کیا سرور ہے !
کیا حسن مکمل کی بے نظیر تصویر ہے !
کیا نغمۂ موزوں ہے !
ستارے ہیں ' چاند ہے ' وہ آفتاب ہے !

اس جمی ہوئی محفل میں نہ معلوم کون یک بیک چلّا اٹھا !

" ستاروں کی مالا میں سے ایک ستارہ ٹوٹ گیا ! "
ساز ہاتھ سے چھوٹ گیا ' ستار کا تار ٹوٹ گیا ! گانا بند ہوا !
اب ہر طرف تلاش اس بات کی ہوئی یہ ستارہ ٹوٹ کر گیا کہاں ؟

سبھی کہنے لگے : " اسی ستارے سے تو بہشت روشن تھا !

یہی ستارہ سب سے بڑا تھا ' سب سے خوبصورت اور
روشن تر ! "
اُس دن سے یہ دن—
دنیا اُسی کھوئے ہوئے ستارہ کی تلاش میں سر گرداں ہے !
دن کے وقت قرار نہیں ' رات آنکھوں میں نیند نہیں !
سبھی کہنے لگے : " سب ستاروں کے مقابلہ میں ضرورت
اُسی کی زیادہ ہے !
بغیر اسے ڈھونڈھے چارہ نہیں !
وہ ستارہ نہیں جبھی تو آج دنیا اندھیری ہے ' اندھی ہے ! "
ستاروں کی خاموش محفل سے کسی کا خاموش قہقہہ
آسمان بھر میں گونج اُٹھتا ہے :
" سبھی ستارے تو اپنی جگہہ موجود ہیں ' یہ تلاش کس
کی ہے ؟ "

ڈھیا

میں نہیں چاہتا اس خوبصورت دنیا سے چل بسوں !
میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں یونہی زندہ رہوں !
اگر میرا یہ زندہ دل سکے تو اس آفتاب کی روشنی میں
اور اس گلشن کے گوشہ میں جیتا رہوں !
اس دنیا کے اندر جیتا رہوں جس میں زندگی کا کھیل
ایک رقص کی صورت میں سدا جاری ہے !
عاشق و معشوق کے وصال میں اور فراق میں ،
کتنے ہی قہقہے ہیں ، اور کتنے ہی قہقہے ہیں جو آنسوؤں
میں بھیگے ہیں !
اگر انسان کے آرام و آرائش ، رنج و غم سے ایک ایسا گھر نہ
بسا سکوں ،
جو ابدی سوز و ساز سے روشن رہے ،
تو میری آرزو ہے کہ یوں ہو کہ جتنے دن مجھے اس دنیا
میں رہنا ملے ،
تم لوگوں کے درمیان رہوں !
طرح طرح کے پھول ہر صبح و شام کِھلا کریں گے ،
میں ہنستا کھیلتا ہوا انہیں چن لونگا ،
اور جب وہ پژمردہ ہوجائیں ، انہیں پھینک دوں گا ،
میرا دل نہیں چاہتا اس خوبصورت دنیا سے چل بسوں !

شونچیتا

مجھے معلوم نہیں عبادت کسے کہتے ہیں !

جبھی تیرے دروازہ کی خاک پر بیٹھا صرف رویا کیا ہوں !

میں بے سمجھ تھا ، اور جس طرح میرے دل میں آیا میں
چلا آیا !

میں اندھیرے میں تجھ سے ڈرا نہیں !

لیکن یہ عارف تیرے مجھے سخت طعنہ دیتے ہیں -

کہتے ہیں : " تو یہاں آنے کی ٹھیک راہ سے نہیں آیا ،
لوٹ جا ! "

میرے لوٹنے کا راستہ تونے بند کر رکھا ہے !

تونے مجھے اپنے بازوؤں میں باندھ رکھا ہے !

اور وہ پکار پکار رہے ہیں : " لوٹ جا ، لوٹ جا ! "

اندھیری رات کے خواب کا طلسم ٹوٹ گیا ، صبح ہوگئی !

میرے پاؤں کی زنجیر کا حلقہ ٹوٹ گیا ، میں آزاد ہوا !

عالمگیر زندگی میں اور میری روح میں اب کوئی حجاب حائل نہیں !

میں باہر کی دنیا میں چلا آیا ہوں !

میرے دل کے کنول کی پنکھڑیاں سب کھل گئیں ، سب کھل گئیں !

بندشوں کو توڑ ، پردہ اُٹھا تو خود سامنے آن کھڑا ہوا !

میرا دل میری آنکھوں کی راہ رو دھو کر بہ گیا !

بہ کر تیرے پاؤں پر لوٹ گیا ، لوٹ لوٹ گیا !

آسمان پر سے صبح کی روشنی کس وارفتگی سے میری طرف ہاتھ بڑھائے آرہی ہے !

میرے اس ویران گھر کے دروازہ پر فتح کے نعرہ گونج اُٹھے !

اندھیری رات کے خواب کا طلسم ٹوٹ گیا !

صبح ہوگئی !

## خواب اور حقیقت

میں نے تجھے دیکھا نہیں ' تیرا خواب دیکھا ہے !

مجھ سے پوچھتے ہیں : " خواب کی بھی کوئی حقیقت ہے ؟ "

معلوم نہیں ' ہوسکتا ہے مجھے کچھ علم بھی ہو ' معلوم نہیں !

لیکن میری جستجو کی انتہا نہیں ' میری زندگی میں تیری تلاش ابدی ہے !

میں اس زندگی میں کسی دوسری زندگی کا خواب دیکھتا ہوں !

یہ تیری آنکھوں میں وہی ازلی بہشت ہے ' جسے میں دیکھ رہا ہوں جس کا خواب دیکھ رہا ہوں !

اس بہشت کے پھولوں میں ہلال اپنا راستہ کھو بیٹھتا ہے !

جب میں زندگی کے اس ساحل سے تجھے پکارتا ہوں تو اُس پار سے جواب دیتا ہے !

میں کہتا ہوں یہ تیرے پاؤں کا صرف چھو جانا ہے کہ اس سراب ہستی کے ساز کے تاروں پر زندگی کی رنگین جھنکار پیدا ہوتی ہے !

شاید یہی حقیقت !

شاید یہ محض تیرا خواب ہے ' میرا اپنا عقیدہ تو یہی ہے !

میں پوچھتا ہوں خواب سے بڑھکر بھی کوئی حقیقت ھے ؟
تو ' جو کہ میرے درد کی بستي کا بسنے والا ھے '
میرے نزدیک سے نزدیک بھی تو ھی ھے !
لیکن ھاں ' تیرا یہ ساتھ میرے پاؤں میں زنجیر کا ساتھ نہیں !

خواب کي صورت میں تو انسان کی آزادی کی ایک صورت ھے !
ستاروں سے ' پھولوں سے اور تجھ سے ھمارا وصال خواب ھی میں ھوتا ھے !

اے ازل سے اک غیر اور اجنبی صورت میں دکھائی دینے والے !
تجھے پہچان بھی سکتا ہوں یا نہیں ؟
یہ تیرا ھی کھیل ھے جو ھماري زندگی میں کبھی خوش نصیبی کی صورت اختیار کرتا ھے '
اور کبھی تیرے کھیل کا مقصد صرف وقت کاٹنا ھوتا ھے !

تیرے ھي دھیان میں مَیں تخیّل کے سمندروں میں سفر کرتا ھوں !
تجھے اپنے دل میں نئی نئی صورتوں میں رنگ کر دیکھتا ھوں !
بھائی میرے اپنے تو یہی سب کچھ سچ ھے !
جبھی تو دل میں پالینا حقیقت ھے ' اور کسی چیز کا قبضہ میں لے آنا کچھ بھی نہیں !
کیا تم نے کبھی اپنے آپ میں بھی دیکھا ھے کہ حقیقت کیا ھے ؟

یہ حقیقت اگر تم کسي کے حوالہ کرنا چاھو تو اُس کی
ھتھیلي پر رکھ سکتے ھو ؟

ھاں ' یہی ھوسکتا ھے کہ کسی مصیبت کي گھڑي ' جب
درد و غم کی آگ کے شعلے بھڑک اتھیں ' تو انھی شعلوں کی
تیز روشنی میں تم دفعتاً اُسے پہچان لو ' یہ ھوسکتا ھے !

جب درد و غم کے شعلے بلند ھوں ' تمھارے نفس کا ایندھن
جل کر روشنی پیدا کرے ' تب ممکن ھے تم اُسے پہچان لو !

تمھاری زندگی میں یہ بے اعتنائی صرف اس لیئے ھے کہ
ابدي زندگی تمھیں ابھی نصیب نہیں ھوئی —

اس لیئے تمھیں چاروں طرف سے فریب دہ دھندلکا گھیرے
ھوے ھے !

تمھارا ' اپنا آپ ' باطل کے لباس میں روپوش ھوکر
مصروف کار ھے !

میں کہتا ھوں وہ جو کبھی کبھي ھاتھ آجاتا ھے تو خواب
ھی کے عالم میں !

میں سمجھتا ھوں حقیقت یہی ھے !
وہ اس عالم فاني میں غیر فانی ھے ' سدا بیدار ھے '
اور ابدی زندگی کی حقیقت اسی میں ھے !

وقت بہتا چلا جائے ' پرانا کھیل کھیلتے وقت کٹ جائے !
یہ جو تمھیں دھوکا دیکر غفلت میں رکھنا چاھتے ھیں تو
ان کی طرف سے منھ پھیر لے !
آنے جانے کی اس راہ کی دھول پر '

تو اُس کے پاؤں کے نشان گنتے گنتے وقت ضایع نہ کر !
اور رائیگاں چلے جانے والے دنوں کا کوڑا کرکٹ آخر کیا ہوگا ؛
اب میں تمہیں کیا سمجھاؤں وہ کیا ہوگا ؟
بس یہ خواب ہے جو اس دار فانی میں غیر فانی ہے !
اور سبھی کچھ بے وفائی کریگا !
ابدی زندگی کی حقیقت خواب میں ہے !
اپنی زندگی سے جس خواب کی تعمیر میں تم مصروف ہو
وہی لامتناہی زندگی کی راہ ہے !
ابدی زندگی کی حقیقت خواب میں ہے !

پوروبی

میں ساز کھو بیٹھی ہوں !

مطرب ! جب تو نے میرے دروازہ پر آکر دستک دی تو میں
مارے شرم کے سکتہ میں رہ گئی !
اِدھر اُدھر ڈھونڈھتی ہوں ،
میرا ساز نہ معلوم میں کہاں کھو بیٹھی ہوں ؟
کالی گھٹاؤں کے اُس پار ، اس دریا کے پچھم کی جانب ،
وہاں ، دور ——
افق کی چٹون پر گھنگھور گھٹاؤں نے بل ڈال دئیے !
جنگل میں درختوں کے پتّے موسلا دھار بارش کی چھنا چھن
پر جھوم جھوم کر ناچتے ہیں !
تب بادل بھی گرجتے رہے ، سبھی سامان تھے ،
میں سمجھتی تھی اب تو دل کے ارمان نکلینگے ،
میرے دل میں ملار جاگ اٹھیگا !
ہاے ! میں سر نہ ملا سکی ، تال نہ رکھ سکی ،
اے مطرب دلنواز ! میں اپنا ساز کھو بیٹھی ہوں !
بہار ! جب تو اپنے گلے میں پھولوں کی مالا پہن کر آئی ،
میں سمجھی تھی اب مجھ پر بھی تیرا کرم ہوگا !
چاروں طرف ڈھونڈھتی ہوں —— نہ معلوم اپنا ساز کہاں کھو
بیٹھی ہوں !

صبح کے وقت جنگل میں درختوں کے سایہ کے نیچے ،
باد بہار نے اچانک میرے تن بدن کو چھو کر چونکا دیا—
واہ یہ کیا سرور ہے ؟
تب اس پار کے جس قدر پرندے تھے چہچہا اٹھے :
"اِس پار کا گیت بھی گا سکتی ہو کیا ؟"
میں نے اپنے دل میں سوچا ،
میں اپنے گیت کی سروں کو پھولوں کی مہک میں ملا کر پیش کروں !

بہار اپنے شباب کے جوش میں ہے ، مسرور ہے !
میں نے بھی اپنے دل میں تلاش کیا—
اور اب سرنگوں اپنے دل میں سوچ رہی ہوں :
نہ معلوم میں اپنا ساز کہاں کھو آئی ہوں !
وصل کی گھڑی اب آیا ہی چاہتی ہے !
آسمان بادلوں سے گھرا ہے !
مجھ سے پوچھتے ہیں تیرا ساز کہاں ہے ؟
میں نے کہا : اے مطرب دلنواز ! میں اپنا ساز کھو بیٹھی ہوں !

ڈوبتے ہوئے آفتاب نے پوربی راگ کے الاپ میں پوچھا :
اب دیر کیسی ہے ؟

رنگین کرنوں کے موقع—گلاب نے جب بزم گلشن کو آراستہ کیا ،
اور شام کے وقت سنکھ کی گونج کے ساتھ مغرب میں آفتاب ڈوبا ،

تو آسمان پر سے شام کے ستارہ نے رقص میں آکر کہا :
ہاں ! تار تار پر جھلکار ! کیسے ؟
رات کنکن اور شہنائی کی سروں سے گونج اُٹھی ؛
لیکن ہائے ، مجھے میرا ساز نہیں ملتا !

پھر تو درد و الم کی شمع روشن ہاتھ میں لیئے آیا !
اب مجھے نغمہ کی لے میں اسے ادا کرنا ہوگا !
میں نے ہر طرف دیکھا ،
مگر ، نہ معلوم اپنا ساز کہاں کھو آئی ہوں !
جب کام دھندے سے فراغت ہوئی ، آسمان پر ستارے چمکنا اٹھے !
گاؤں اور میدان اندھیرے میں مل کر سب ایک ہوگئے !
اس وقت کشتی گھاٹ پر بندھی تھی اور چراغ تک اس میں روشن نہ تھا !
رات بھر یہ کشتی ندی کی بے قرار موجوں پر جھومتی رہی ،
اب تُو آکر اس کشتی کے چراغ کو روشن کر !
تیری ہی دی ہوئی روشنی میں مجھے اُس پار جانا ہے !
میں نے تیرے نغمہ کے انداز سے سمجھ لیا ہے ،
اب باد مراد بہنے کا وقت آ پہنچا !
بادبانوں میں جنبش پیدا ہوئی !
لیکن ، ہائے ! اے مطرب دلنواز ! میرا ساز نہ معلوم میں کہاں کھو آئی ہوں ؟

## ایک آرزو !

یہ جو بڑے بڑے معرکہ کے کام میں کرتا ہوں ' سچ پوچھو
تو یہ میرے لیئے ایسے مشکل بھی نہیں '

دنیا کی ضروریات کے مہیا کرنے میں میں نے جہان بھر کی
خاک چھانی ہے '

میرے دوستوں کا حلقہ وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے '

لکھنا پڑھنا ' مختلف زبانوں میں گفتگو کرنا —

غرضکہ گرہ پر گرہ دئیے جا رہا ہوں ' اینٹ پر اینٹ
اور محل تیار ہوتے چلے جا رہے ہیں !

میرے کاموں کو کوئی اچھا کہتا ہے اور کوئی برا !

مجھ پر اعتبار کرکے کوئی میرے پاس آتا ہے اور کوئی مجھے
شبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور دور رہتا ہے !

مجھ میں کچھ خالص ہے اور کچھ ملا جلا '

غرضکہ ہو ہوا کر کچھ ہو ہی رہتا ہے !

لیکن وہ جو ایک چھوٹی سی آرزو میرے دل میں ہے '

گو سننے میں معمولی سی اور آسان ہے ' پر آسان وہ
نہیں !

تھوڑا سا سرور ' لطیف نغمہ کی سروں میں ملا ہوا ' پھولوں
کی خوشبو میں بسا ہوا '

فرصت کا خمار ، درختوں کے سایہ میں اٹھے ہوئے
خواب دیکھنا !
خیال ہوتا ہے کہ بس چاہنے کی دیر ہے کہ میسّر ہوا !
مگر جب میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں ، اسے کہیں
بھی موجود نہیں پاتا !

اس بے پایاں بے شکل و صورت دخّان آسمانی میں سے خالق
کائنات نے دنیا پیدا کی !
اور جب زمانوں کی محنت شاقّہ کے بعد روے زمین پر
کوهساروں نے اپنا سر اٹھایا ـــ
تو زمانوں کے اُس پوشیدہ خواب کو میں نے پھولوں کے پہلے
گچھے میں موجود پایا !
بہت دنوں سے ایک آرزو تھی :
اس دنیا کے ایک گوشہ میں میں اپنے ہی آپ میں رہوں !
دولت نہیں ، عزت نہیں ، صرف ایک جھونپڑی کی مجھے
آرزو تھی !
درختوں کا ٹھنڈا سایہ ہو ، ندی کا کنارہ ہو ،
شام کا ستارہ اپنی پوری آب و تاب میں سامنے چمک
رہا ہو ،
کھڑکی میں سے بھیلی بھینی چمیلی کی خوشبو آرہی ہو ،
صبح کی روشنی بہتی ندی کے پانی کو آکر چومے ،
اور ان سب کے ساتھ میری زندگی کے دکھ سکھ بھرے دن
کٹ جائیں !

دولت نہیں ، عزت نہیں صرف ایک جھونپڑی کی
تمنا تھی !

بہت دنوں سے یہ آرزو تھی کہ اس سدا خاموش اپنے تخیل
میں ڈوبے ہوئے آسمان کے پیغام کامل کو میں اپنے کانوں سے
سنوں ،
دولت نہیں ، عزت نہیں اپنے ہی دل کا نغمہ سن سکوں !
ڈوبتا ہوا سورج بادلوں میں اپنے رنگین خواب کے رنگوں سے
دن کے اختتام کی تصویر کھینچتا ہے ،
اور ڈوب جاتا ہے !
خواب کے عالم میں اس روشنی اور سایہ کے ملک میں ،
رنگ اور سرور کی آمیزش نے کیا سحر کاری کی ہے !
اس رنگین عالم میں اپنی زندگی کے غم اور خوشی بھرے
دن کاٹ دوں !
دولت نہیں ، عزت نہیں مجھے عرفان کی آرزو تھی !

بہت دنوں سے یہ میری آرزو تھی کہ یہ جو میری زندگی
کی گہرائیوں میں کسی کی جستجو موجود ہے ،
مجھے اس جستجو کا مقصود مل جائے !
دولت نہیں ، عزت نہیں مجھے عشق کی تمنا تھی !
بس دل ہی دل کی سروں میں اُسے یاد کروں ،
قریب آکر صرف ہاتھ، میں ہاتھ، دیدوں !
اور جب وہ پاس نہ ہو ، دل ہی دل میں اس کے دھیان
میں رہوں !

اور جب اس کے سامنے ہوں تو صرف آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگو ہو !

اس محویت کے عالم میں—

اس زندگی کے چند دنوں کا ہنسنا اور رونا یونہی گذر جائے—

دولت نہیں، عزت نہیں مجھے صرف محبت کی تمنا تھی !

پوروبی

اکیلی ' ایک وارفتگی اور خود فراموشی کے عالم میں
بیٹھی ہو !
اور اس کنول کی پنکھڑیوں کو یونہی توڑ توڑ کر ندی میں
بہا رہی ہو !
هائے ' معلوم نہیں مجھے کب سے بھولی ہو !
وہ پھول جو میں خود صبح توڑ کر لایا تھا —
اور لاکر یونہی تیرے قدموں میں رکھدیا تھا '
معلوم نہیں رخصت ہوتے وقت کب بے دھیان تونے اُسے
اٹھا لیا !

ایک دن کے بعد دوسرا دن میرا اسی طرح تیرے ہاتھوں
بیچ بیچ کر بہا چلا جا رہا ہے !
میری زندگی کے دن کیا اسی کھیل میں کھو دوگی ؟
کیا اسی بے توجہی کے عالم میں میری عمر گذر جائیگی ؟
ہوسکتا ہے کسی شام تو مجھے چاہے اور اپنے پاس نہ پائے !
اور یونہی تیری آنکھوں میں آنسو بھر آئیں '
یہ بھی ہوسکتا ہے !

پروباھی نی

چھوڑ بھی دے ' یونہی مجھے اپنے آپ میں بیٹھی رہنے
دے ' اپنے دھیان میں چھوڑ دے !
اُنہی پاؤں کا چھو جانا میرے دل میں آ رہا ہے !
باتوں کی لے دے اور کام دھندے کے پھندوں میں اب میں
پھنسی رہنے کی نہیں !
فقط اس کی یاد کے رنگین جواہروں کو ' ایک خاموش
کونے میں بیٹھی پروتی رہوں گی !
یہ جو اُس کے درد فراق کا موتی میرے سینہ میں ہے '
اُسے لیکر میں آج اُس کی تلاش کو نکلی ہوں !
اُس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوں گی '
اِن اشکبار آنکھوں سے '
اُسی کی دی ہوئی دولت سے '
درد فراق کے انمول موتی سے میں اس کا سنگار کروں گیٰ !
چھوڑ بھی دے ' یوں ہی مجھے اپنے آپ میں ' اپنے دھیان
میں چھوڑ دے !

میرے دل کا جو راز ہے اسے میری بانسری ہی جانتی ہے !
یہ راز میرے سینہ میں پوشیدہ رہا ، میں نے اسے کسی پر افشا نہ کیا !
میں نے اسے بانسری ہی کے کان میں کہا ہے !

اس اندھیری رات میری آنکھوں میں نیند نہ تھی !
ستاروں ہی کی طرف تاکتے تاکتے رات کٹ گئی !
اپنے ساتھ جاگنے والے ساتھی کو میں نے پاس نہ پایا !
میں نے بانسری ہی کو اپنے گھٹنوں سے جگائے رکھا !
میرے دل کا بھید صرف میری بانسری جانتی ہے !

پرواربی

آج میرا دل گھنگھور گھٹاؤں کی اوٹ میں آکر کھو گیا !
کہاں بہا جا رہا ہے ؟ کدھر ؟ مجھے معلوم نہیں !
میرے دل کے ساز پر بجلی چمک چمک کر جھنکار پر جھنکار
بجا رہی ہے !
میرے سینہ میں بادل گرجتے ہیں !
آہا ! کیا تان پر تان ہے ' واہ یہ کیا تان ہے !
باغ کے گوشہ گوشہ میں گھنے بادلوں کا سایہ لوٹ رہا ہے !
میرے تن بدن کا ریشہ ریشہ خوشی سے تھرّا رہا ہے !
میری روح اپنی خوشی میں پر پھیلائے فضائے بے پایان میں
محو پرواز ہے !
دیوانی ہوا کے ہاتھ میں ہاتھ دئیے ناچ رہی ہے !
کھلکھلا کر ہنس رہی ہے !
آزاد ہے !

میرے نغمے میرے درد دل کے رنگین کھیل ہیں ، اِن کی انتہا نہیں !

دریا کا اچھلتا چھلکتا پانی جہاں درد و غم کے چکّر میں آکر سدا بھنور کی صورت گردش میں رہتا ہے ،

وہاں آفتاب کی کرنیں آکر ناچتی ہیں—

وہاں بلبلے عقد ثریّا کی مانند شوخ و رنگین ناز و ادا کی مستی میں بےخودانہ ناچتے ہیں !

رقص کا قہرمان دیوتا قہقہہ زن ہے ،

اپنی ترنگ میں جھوم جھوم کر ناچتا ہے ،

اپنے رنگین کھیل میں ہمہ تن محو ہے !

اس عُظیم‌الشآن ، پر شوکت و پر ہیبت آفرینش میں :

ہر پھیر گردش عالم کے ساتھ درد کی ایک موج اٹھتی ہے اور گرتی ہے—

خود اپنے ہی رنگ میں یہ عظیم‌الشان رقص کائنات میں جاری ہے !

اس کھیل کا کوئی مقصد نہیں !

میرے نغمے بھی میرے درد و غم کی اٹھکھیلیاں ہیں—

ان کا کوئی مقصد نہیں ، اختتام نہیں !

پوروبی

میرے ساز میں آج یہ کن بے تاب نغموں کا شور ہے ؟
کن نت نئی بے قرار تانوں کا ؟
میرا دل خوشی سے تھرّا رہا ہے !
آہا ! یہ کون برق پا حسینہ ہے جو اس نیلگوں آسمان کے دل سے یوں اٹھکھیلیاں کر رہی ہے ؟
جس کا آنچل فضاء میں لہرا رہا ہے !
روشنی جنگلوں میں درختوں کے پتّوں پر بیخودانہ ناچ رہی ہے !
اور جھینگر خوشی سے متوالے ہیں !
گنبد فلک کے نیچے بے صدا مجیروں کی جھنجھناہت ہے !
پھول انہی مجیروں کی تال پر رنگین نغموں کی صورت میں کھلتے ہیں !
پھولوں اور پتّوں کے دل میں یہ آج کس کے قدموں سے چھو جانے کی امید ہے —
کہ گھاس کی ہر پتّی کے منھ میں زبان ہے !
ہوا آج زنجیروں سے آزاد ہے !
میرے ساز میں آج یہ کن بے تاب نغموں کا شور ہے !
کن نت نئی بے قرار تانوں کا !

پروباھی نی

کس بزدل کو تو ڈراتا ہے ؟
یہ اندھیرا جو میرے سامنے ہے سب باطل ہے ' جھوٹ ہے !
میرا اعتماد کیا بےکار ثابت ہوگا ؟
تونے اگر مجھے نیچے گرا دیا تو سمجھ لے کہ اپنا ہی کام تونے بڑھا لیا —
تجھے خود نیچے اترنا ہوگا اگر مجھے نیچے گرا دیا !

تجھے میرا امتحان مقصود ہے !
بس کھیل کیا یہی ہے ؟
وہ جو تیرے ہاتھ کو نہیں دیکھتے '
اور صرف تیرے ہاتھ کی سزا دیکھتے ہیں —
خوف سے انہی کی جان کانپتی ہے '
جو تیری سزا کو نہیں دیکھتے ' اور دیکھتے ہیں صرف تیرے محبوبانہ ہاتھ کو '
حقیقت کو وہی پہچانتے ہیں !
کس بزدل کو تو ڈراتا ہے —
یہ اندھیرا تیرا سب باطل ہے !

پرروباھيئي

غیب کے پردہ میں منھ چھپانے والے !

وهی بے نظیر ، ان سنی راگنی میرے دردمند دل کے ساز پر بجا !

اُس پار لیجانے والی ناؤ کے بادبانوں میں هوا بھر گئی ، ناؤ بہنے لگی !

جسے کبھی کسی نے دیکھا نہیں ، آج میں اُسی کے فراق میں جل رها هوں !

کسی نے مجھے پکارا هے !

میں گھر بار ، خانماں کو خیرباد کہہ چکا هوں !

میں تاروں بھرا آسمان پھاند چکا هوں !

دیوانے ! اس عالم کی افتاد کے خلاف اپنا راگ الاپنے والے !

بجا ! میرے دل دردمند کے ساز پر اپنی بے نظیر ، ان سنی راگنی بجا !

اے بے پایاں ! تیرے ھاتھوں اس محدود کائنات نے کیا ھی دلفریب صورت اختیار کی ھے !

کیا شان ھے ! کیا شانِ الوھیّت ھے !

یہ خاکی ظلمت کدۂ متناھی فنا کے آتشیں شعلوں سے گذر کر ، پگھل کر بہ نکلتا ھے ،

اور محدود اپنی خودی کی حدود سے گذر کر لامحدود پر نثار ھوجاتا ھے !

اس بے بہا تبدیلی کے بعد وہ اس جام کی صورت اختیار کرتا ھے جو آبِ حیات سے لبالب بھرا ھو !

•

اے لامحدود ! اے بے پایاں ! اس محدود عالم کے ستاروں بھرے لامحدود آسمان میں میں تیرے بے پایاں وجود کے مقصد کو روشن اور رقصاں پاتا ھوں !

نسیم صبح کے جھونکوں سے پھول جھکولے کھا کر جھڑ جاتے ھیں—

یہ گویا ستارے کھوئے ھوئے آسمان کے ساز کی آخری جھنکار ھے جو زمین پر آکر گونجتی ھے !

جاگتی رات کی تاریک راہ سے گذرتے ھوئے صبح کا چاند

آفتاب کی خدمت میں اپنی سہانی اور اُداس روشنی سے ایک خاموش تسلیم بجا لاتا ہے!

جب دن بھر کے کام تمام ہو چکتے ہیں تو شام کے وقت بہنے والی ہوا کے بہاؤ میں چرواہے اپنے ریوڑ لئے گھروں کو لوٹتے ہیں—

تھکا ماندہ دن جب تاریکی کے ساحل کی طرف آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہے تو غروب آفتاب کے حسن سیال کے بہتے پانی کے دھارے میں تو اُسے نہلاتا ہے،

جب برسات کی گھنگھور گھٹائیں دم بھر میں موسلا دھار برس کر اپنا پانی زمین کے سینہ پر انڈھیل دیتی ہیں تو پھر موسم سرما کے آغاز میں نمودار ہونے والی سرسبز زندگی کو جو دلفریب حسن تو عطا کرتا ہے وہ کیا پاکیزہ اور روح پرور ہوتا ہے!

اے بے پایاں! تیرے اس عالمگیر صحن کائنات میں تیرے رنگین کھیل جاری ہیں!

تو اپنی روشنی کی عالم افروز کشتی آسمان میں بہا دیتا ہے!

پھر دن کے آخری لمحوں کو تو ہزاروں رنگین صورتوں میں رنگ دیتا ہے!

ہاں، میں اسی کا پیاسا ہوں، اسی کا متلاشی ہوں!

اُس آزادی کے آب حیات کا سرچشمہ کہاں ہے؟

جس طرح گاؤں کی دوشیزہ دن ڈھلتے وقت پانی کی آخری ناند بھرنے جاتی ہے،

اے حسین ! میں اپنی زندگی کے آخری روز اپنے آخری نغمہ کو تیرے لطف و سرور کے آب حیات کے دھارے سے بھر لوں گا !

اے قہّار ! تیرے ھاتھ کی چوٹ سے دفعتاً ،

میرے دل سے انتہائی درد و غم ، فوارہ کی طرح آزاد ھوکر چھوٹ پڑیگا—

تاکہ جو کچھ ناقص اور غیر موزوں ھو ،

فنا کے آخری شعلوں میں بلند ھوکر ،

قہّار کے فلک دوز قہقہوں سے مل کر فنا ھوجائے—

اور محض حسن روز روشن کی طرح منوّر ھوجائے !

شمع گل ہوچکی تھی اور رات سخت اندھیری تھی '
دروازے گھروں کے سب بند تھے '
میں گھر میں تنہا بیٹھا تھا !
گمان سا دل میں گذرا گویا دروازے کے باہر کوئی ہے '
خیال ہوا کسی کے پاؤں کی آہٹ ہے !
اندھیرے میں یہ شاید کسی کی پازیب کی جھنکار اڑتی ہوئی سنائی دی !
تھوڑی دیر کے لیئے دل میں گذرا کہ اُٹھ کر دروازہ کھول دوں '
لیکن نہ معلوم غفلت نے کب غلبہ کیا ' نیند آگئی '
میں سو رہا !
خواب میں بار بار یہ دل میں آتا ہے !
" یہ مہمان میرا کون ہے ؟
اکیلا کھڑا اس اندھیری رات میں میرا انتظار کررہا ہے ؟ "
دل ہی دل میں کہتا ہوں ! " کچھ نہیں ' یہ خواب ہے ! "

عقد ثریّا جب آسمان میں عین سر پر آ پہنچا '
اور رات اپنی سن‌سان تاریکی میں خراٹے لے رہی تھی '

خیال ہوا کسی نے مجھے کھڑکی سے اشارہ کیا ہے !
میں نے دل میں سوچا ، اُٹھ کر چراغ جلا دوں ، لیکن
غنودگی نے غفلت طاری کی اور میں سو رہا !
ایک پہر گذرنے کے بعد دوسرا پہر بھی رات کا گذر گیا ،
میرے گھر کا دروازہ بند رہا !

معلوم نہیں کس وقت دفعتاً باد بہار کو جنبش ہوئی !
جنگلوں کے دل کو اُس نے چھوکر گرما دیا ،
جنگلوں میں گنگناہٹ پیدا ہوئی ،
گویا خواب میں کوئی کچھ کہہ رہا ہے !
پھولوں کی مہک آئی اور میری کھڑکی کے آس پاس اداس
پھرتی رہی ،
لیکن اس کے چھو جانے سے اچانک میرا تن بدن تھرا اُٹھا ،
جاگ کر نہ معلوم میں پھر کب سو رہا !
صبح کا ستارہ جب افق مغرب سے مشرق میں آکر
ڈوب گیا —
شب وصل کے صبح ہوجانے کے بعد ، رخصت چاہتے وقت ،
محبوبہ کی چشم پرنم سے گویا ایک آنسو گرا ،
اور کھو گیا !
اس وقت مجھے یوں محسوس ہوا گویا کسی درد انگیز
نغمہ کے اثر سے سرس پھولوں کی خوشبو سے متوالے جنگلوں
کے سایہ میں —

شبنم سے شرابور گھاس کی پتّیاں خوشی سے رہ رہ کر کانپ اٹھتی ھیں !

بستر خواب سے اٹھ کر میں نے دروازہ کھول دیا—

میرے گھر کے دروازے کے سامنے پھول کھلے ھیں !

ھائے ! یہ کون تھا ؟

اُن درختوں کے سایہ میں ' نظر نیچی کیئے یہ آخر کون ھے ؟

یہ کیا نظر کا دھوکا ھے ؟

تاریکی سے اب روشنی آن ملی ھے '

اور وہ ' دور—شاید یہی میرے دروازہ پر رات بسر کرنے والا مہمان تھا !

گویا کوئی سر جھکائے درختوں کے نیچے کھڑا ھے !

آج سے میرے گھر کا دروازہ سدا کھلا رھیگا '

ھمیشہ رات بھر چوپٹ کھلا رھیگا '

باھر کھڑکی پر چراغ سدا جلتا رھیگا !

یہ آج کون میری روح میں اس طرح آکر سما گیا ھے '

جس کے انتظار میں اب سے بیٹھا جاگتا رھوں گا ؟

کیا پھر کبھی کسی رات اسی طرح میرے دل میں آکر سما جائیگا ؟

رات میں کھلے ھوئے پھولوں کی مہک پر سوار '

کیا پھر وہ کسی دن میرے دل میں آکر سما جائیگا ؟

کھیا

آ او دیوانے آ !

کچھ دیر کے لیئے اپنے آپ کو بھول اور آ !

تو اس چکّر میں نہ آ ، باھر نکل !

اور دیکھ جب کسی طرف کی تند ھوا کے تھپیڑے سے پردہ پھٹ جائے ،

تو دیوانے ایسے موقعہ کو غنیمت سمجھ اور اسی پھٹے شگاف کی راہ باھر نکل آ !

ھاں ، طرح طرح کے حیلے ھیں ، دنیا میں ایک طوفان بے تمیزی ھے !

دل میرے ! تو نہیں سمجھتا کس وقت کس طرف کو لوٹے ؟

تیرے اپنے سینہ میں جو تجھے پکار رھا ھے ، وھی بہتر جانتا ھے !

دیکھ ، یہی اندرونی پکار تیری راھبری کریگی —
تیرے اپنے ھی دل کی پکار تیری رھنما ھے !
ادھر آ او دیوانے !
کچھ دیر کے لیئے اپنے آپ کو بھول اور ادھر آ !

پروباھی نی

پھر آئی برسات !

گھٹائیں آسمان پر آکر چھا گئیں !

ہوا کی مہک میں مست لڑکھڑاتی گھٹائیں پھر آئیں !

آج یہ میرا وہی اپنا پرانا دل ،

خوشبو میں بسی ہوا کے جھونکوں میں مستانہ وار لگا جھومنے !

کالی گھٹاؤں کی طرف نگاہیں اٹھی ہیں !

یہ میرا دل آج اپنے آپ میں نہیں !

پھر آئی برسات ، گھٹائیں آسمان پر آکر چھا گئیں !

میدانوں پر ان گھٹاؤں کا سایہ نوخیز پتّیوں پر بےخودانہ لوٹ رہا ہے !

زندگی بآواز بلند پکار رہی ہے : برسات آئی !

موسلا دھار آئی !

' برسات آئی ' کا گیت ہر گوشہ سے بلند ہے !

آنکھوں میں ، دلوں میں سیلاب آیا !

پھر آئی ، وہ آئی ، برسات آئی آسمانوں پر چھائی ہوئی !

گیتانجلی

آج میرے دل کا یہ بوجھ کسی طرح نہیں اتھتا !
بادلوں سے آسمان تاریک ہے !
میں سمجھے بیٹھی تھی وہ آئیگا ' کیا وہ آیا ؟ مجھے
ڈھونڈھا اور نہ پایا ؟
ہائے ! مجھے کچھ کہے بغیر اس کا چلا جانا '
میرے دل میں درد کا طوفان اُٹھا رہا ہے !
آسمان بھر میں ہوا اُسے دیوانہ وار ہر طرف پکار رہی ہے !
بادلوں سے گھرے ہوئے آسمان کی گہری سانس مجھے بتا
رہی ہے کہ وہ نہ لوٹیگا !
ہائے ! کیا وہ آیا ؟ اور سینہ میں صرف درد بھرا انتظار
لیکر لوٹ گیا ؟
بادلوں سے آج آسمان کیسا تاریک ہے '
میرے دل کا بوجھ، آج کسی طرح نہیں اتھتا !

پروباھی‌نی

ایک ایک کرکے اس ستار کے پرانے تار کھول ڈال !

لے ، ستار کو نئے تاروں سے باندھ !

دن کا جھمیلا ھوچکا ، اب شام کی محفل سرود کا وقت آ پہنچا !

تیرا آخری گیت جو تجھے گانا ھے اب اس کے گانے کا وقت آ پہنچا !

اُٹھ ، ستار کو نئے تاروں سے باندھ !

اندھیرے آسمان کی کھڑکیاں سب کھول دے ،

تاکہ سوئے ھوئے عالم کا سکوت تیرے نشیمن پر آکر چھا جائے !

•

اتنے دن جو کچھ بھی تو گاتا رھا ، بجاتا رھا ، وہ ھوچکا —

آج تیری نغمہ سرائی کی تکمیل کا روز ھے !

یہ ساز تیرا ساز ھے ، آج اس بات کو ایک بار بھول جا !

لے ، ستار کو نئے سرے سے باندھ !

ایک ایک کرکے پرانے تار کھول ڈال !

میرے آنسوؤں کے دریا کے اُس پار ' دور گھاٹ دکھائی دیتا ھے—
تیرے گھر کے دروازے کے سامنے !
یہاں میں اپنے ھاتھوں آپ بندھا پڑا ھوں—
آدھا میں اپنے آپ میں ھوں ' آدھا کہیں باھر ھوں !
اب میں اپنی ناؤ کو شام کی ھلکی ھلکی ھوا کی رو میں
بہائے دیتا ھوں !

میرا دن روزگار کرتے ' لوگوں کی باتوں کا بوجھ خریدتے کٹ
گیا !
اے دل ! اب اس وقت تو باتوں کے بوجھ کو اتار پھینک '
آزاد ھو !
سُن ! اس خاموش فضاء میں اُس پار سے بانسری کی آواز
آرھی ھے !
اب میں شام کے وقت اسی بانسری کی تان بھری ھوا میں
اپنی کشتی کو بہائے دیتا ھوں !
میرے آنسوؤں کے دریا کے اس پار ' دور گھاٹ دکھائی
دیتا ھے—
تیرے گھر کے دروازے کے سامنے !

پرروباھي‌ني

۷۰

میرے ساتھی !

تو زندگی اور موت کی حدود سے باھر دور کھڑا ھے !

تیری بارگاہ نور سے معمور ھے !

تو آسمانوں میں ھے ' زندگی اور موت کی حدود سے باھر !

میرے دل میں معلوم نہیں یہ بے حد خوشی کس بات کی ھے ؟

آسمان کی طرف نگاہ اٹھی ھے !

تیری طرف دونوں بازو بڑھائے کھڑا ھوں !

میرے دوست ! تو زندگی اور موت کی حدود سے باھر ' دور کھڑا ھے !

پروباھي‌ني

۷۱

تیرے دل میں وہ جو ایک تنہا ہے '
اُسے صرف دنیا کے کام دھندوں میں مصروف نہ رکھ '
کبھی کبھی گھر بار کی فکر سے آزاد ہوکر '
اس دل کی تنہائی میں بسنے والے کے نغموں کو چاروں
طرف بہ جانے دیا کر !
تو اِسے اپنی ہی دنیا کی سروں میں رہنے دیا کر !
تیری زندگی میں وہ جو ایک تنہا ہے ' اسے لوگوں کی بھیڑ
میں نہ چھوڑ —
کوئی ایک اور ' اکیلا ' تیرے اس ' تنہا ' کی تلاش میں ہے '
وہی اس کے درد کو سمجھتا ہے ' اسے پہچانتا ہے !
دیکھ ! وہ ' اکیلا ' تیرے کام دھندے کی اوٹ میں بھی اپنے
ساتھی کو پہچان سکے '
دیکھ ! وہ آکر نامراد نہ لوٹ جائے !

پروباهيِ‌ني

اس لیئے کہ تو میرے دل میں درد کی صورت میں آیا ہے ،
میں تجھ سے خوف نہیں کھاتا !
تیرے پیکان نے جہاں مجھے مجروح کیا ہے ،
میں وہیں تجھے اپنے سینہ سے لگائے رکھوں گا !
تونے تاریکی کے پردے میں اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے ،
جب بھی میں تجھے پہچان لوں گا !
تو اگر موت کے بھیس میں آئے ،
تو میں تیرے پاؤں پر سر رکھ کر جان نثار کر دوں گا !
اگرچہ تو دکھائی نہ دے میں تجھ سے خوف نہیں کھاتا !
یہ صحیح ہے میری آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں !
تونے مجھے اپنے سینہ سے بھینچ کر رکھا ہے —
میرے دل میں درد و غم کا طوفان ہے !
یہ میرا دکھ ہے جو مجھے بتا رہا ہے کہ میں تیرا ہوں !
کچھ کہتا نہیں ، کچھ چاہتا نہیں — تیری طرف دیکھ رہا ہوں !
صرف آنسو میری آنکھوں سے موسلا دھار جاری ہیں !

گیتانجلی

دن تمام ہوئے پر جب موت کا پیغامبر تیرے دروازے پر آکر دستک دے ،

تُو اس کی خدمت میں کون سی دولت پیش کریگا ؟

میری زندگی کا یہ لبریز جام !

اس دن جب موت کا پیغامبر آکر میرے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹائیگا ،

میں اپنی زندگی اس کے قدموں پر نثار کردوں گا !

اس زندگی کی بہار کی راتیں اور خزاں کے دن ، صبح و شام ،

اور وہ لطف و سرور جو بارش کی طرح اس زندگی پر برستا رہا ،

اس زندگی کے پھول ، اس کے پھل جنسے میرا دل سدا بھرا رہا ہے ،

دکھ سکھ کا اندھیرا اور اُجالا ، زندگی کا تمام اندوختہ —

میں اپنی زندگی کی تکمیل کے روز اس کے پاؤں پر نثار کردوں گا !

یوں چھپکے سے منہہ چھپائے میں اب تجھے نکل جانے نہ دوں گا !

بس اب میرے دل میں آکر رہ ،
کسی کو خبر نہ ہوگی ، کوئی کچھہ نہ کہے گا !
یہ دنیا آنکھہ مچولی کا کھیل —
ابھی تُو ظاہر ہے اور ابھی کہیں بھی نہیں !
دیس پردیس تیری تلاش میں سر گرداں رہا ہوں !
اب تو میرے دل کے گوشہ میں آ !
نہیں ، میں نہیں چھوڑنے کا ،
یوں پردے کی اوٹ میں منہہ چھپائے میں تجھے نکل جانے نہ دوں گا !

میں جانتا ہوں میرا دل تیرے پاؤں رکھنے کے لائق نہیں !
لیکن اے میرے محبوب ! تیری آمد کی ہوا جب اسے چھو جائیگی ،
تو کیا یہ گلاب کی طرح کھل نہ جائیگا !
کیا ہوا اگر میرے دامن میں تیری عبادت کی دولت نہیں ، جسے تیری نذر کروں ،
تیرا کرم تیرے پاس ہے ،

تیرے لطف سے کیا پھول نہیں کھلتے ؟ پھل نہیں پھلتے ؟

نہیں ، نہیں ، یوں پردے کی آڑ میں مجھ، چھپائے نہ جانے دوں گا !

تیرے راگ کی سروں کی آبشار جہاں لگا تار گرتی ہے ، بس
وہیں ،

وہیں مجھے ایک گوشہ قیام کے لیئے مل جائے میرے مولا !
میں بیٹھا صرف تیرے راگ کی دھن سنتا رہوں گا !
اِس دھن سے میں اپنی زندگی کو بھر لوں گا !
اسی لے کے ساتھ ساتھ میں بار بار اپنے دل کے ساز کو ملاکر
بجاتا رہوں گا !

رات کی خاموشی میں تیرے راگ کی سروں سے آہستہ آہستہ ،
میرے دل میں ستاروں کی طرح سب سُریں جگمگا اٹھیںگی —
جس طرح پھولوں میں شہد بھر آتا ہے ، سریں میرے تن
بدن میں بھر جائیں گی !
اور پھر جب رات کا اندھیرا چھا جائیگا ،
میرے دن ختم ہو چکیں گے —
میرے دل کے آسمان میں تیری سروں کے ستارے جگمگا
اُٹھیں گے !

بس وہیں ، جہاں تیرے راگ کی آبشار سدا گرجتی ہے ،
مجھے ایک گوشہ قیام کے لیئے مل جائے میرے مولا !

پرروباھی نی

موت کے اس چھوٹے سے دروازے سے گذرتے ہوئے تو ڈرتا کیوں ہے ؟

افسوس ' جس قدر تیرا حوصلہ اِس طرف بلند اور قوی ہے '
اسی قدر تجھے اُس طرف کا خوف دامنگیر ہے !
تونے اپنی زندگی کو اس دیکھی بھالی دنیا میں پرورش کیا '
اس دنیا میں رہتے سہتے تیرے دن ہنسی خوشی کٹ گئے !
لیکن بھائی ہمارا آنا جانا کون و مکان کے صرف اسی ایک کونہ ہی میں نہیں !—
اے اندیکھے بالآخر فتح تیری ہے !

موت سے تو ڈرتا ہے ' افسوس ' جبھی تیری زندگی اس قدر حقیر ہے ' ناچیز ہے !
تیرے گھر کی چار دیواری تیری دو دن کی زندگی کی تعمیر ہے !
اس میں اگر اتنا کچھ ہے '
تو کیا حیات ابدی ہی محض نیستی سے آباد ہے ؟
اے اندیکھے بالآخر فتح تیری ہے !

پروباھی نی

اے حسین ! آج صبح تو آیا تھا اور تیرے ہاتھ میں سنہرے پھول تھے !

خواب آباد کا مسافر ابھی راہ پر نہ نکلا تھا '
جب تو اپنی رتھ پر سوار آیا ' اور آکر چلا گیا !
کچھ دیر تونے میری کھڑکی کے پاس انتظار کیا '
محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا !
آہ ! اے حسین ! آج صبح تو میرے گھر آیا تھا !
میری نیند نہ معلوم کس قسم کی خوشبو میں بسی ہوئی تھی !
گھر کی تاریکی نہ معلوم کسے پا کر خوشی سے کھلکھلا رہی تھی !
گرد میں اٹے ہوئے میرے ساز کو نہ معلوم کس نے چھیڑ دیا کہ جھنجھنا کر بج اٹھا !
جب میں جاگ کر باہر آیا ' تُو جا چکا تھا !
اب پھر شاید تجھے دیکھ نہ سکوں—
لیکن اے حسن والے ! آج صبح تو میرے گھر آیا تھا !

گیتانجلی

اُس روز تیرے ساز میں نغموں کا شور تھا '

اور میری ڈالیوں پر پھول کھلے تھے !

ایک هی بہار کے جھونکے نے هم دونوں کو جھولا جھلا دیا !

کوئی نہیں کہہ سکتا اُس دن هوا کی لہروں میں دل کشی کیسی تھی !

تیرے نغمہ کی سنہری کشتی اُس دن میرے رنگین کنارے آکر ٹھہری ! اُس دن میں نے یہ سمجھا تھا کہ تیرے راگ کی تان کے ساتھ میری زندگی میں یہ پھولوں کا کھلنا سدا یونہی جاری رهے گا !

لیکن دیکھتا هوں کہ نغمہ کا اختتام هے '

اور دن تمام هوئے پر پھول مرجھا کر جھڑ جاتے هیں !

هائے نہ معلوم بہار کے اس رنگین کھیل میں بھول کہاں تھی !

میرا یہ وجود جو اس آسمان تلے زمانہ کی موجوں میں
بہتا چلا جاتا ہے '

میں اِسے اپنے آپ سے دور رکھ کر دیکھ رہا ہوں !

یہ مٹی اور پانی ' پھولوں پھلوں اور پتّوں کے ساتھ زمانہ
کی موجوں میں بہتا چلا جا رہا ہے !

وہ جو کہ ہمیشہ باہر ہے اور غم و شادی کے رقص میں
مصروف ہے '

وہ جو کہ موجیں اٹھاتا ہے اور موجوں میں ناچتا ہے '

وہ جو کہ اپنے نقصان اور خسارہ کو محسوس کرتا ہے '

غم کی چوٹ سہتا ہے '

میں اسي کو دیکھ رہا ہوں !

میں حقیقت میں کچھ اور ہوں !

وہ جو مجھ میں ہے اور اپنے آپ کو موت کے بھنور میں
نہیں پھینکتا '

میں وهي آزاد ہوں !

دل کے اطمینان مطلق ' قرار و نور محض کي روشني میں
اسی کو دیکھتا ہوں !

گیتانجلي

لوبان چاهتا هے کہ اپنے آپ کو خوشبو بنا کر اڑا دے !

خوشبو چاهتي هے کہ لوبان کو اپنے سینہ میں چھپائے رکھے !

نغمہ چاهتا هے کہ سر تال کا پابند رهے '

سر چاهتی هے کہ نغمہ کو لیکر اڑ جائے !

خیال چاهتا هے کہ مجسم صورت میں جلوہ گر هو '

اور صورت کي آرزو هے کہ عالم خیال میں آزاد رهے !

خیال کا صورت میں تبدیل هو جانا '

گرہ کا کھلنے کي فکر میں رهنا '

آزادي کا زنجیروں کی آرزو کرنا ––

یہ عالم هست و نیست میں کس کی خوشی هے جو
کار فرما هے ؟

اتشرک

دنیا کے ساحل پر بچّے کھیل کود میں مصروف ھیں !
آسمان ان کے سر پر سایہ کیئے ہوئے ھے !
نیلگوں سمندر کی موجیں جھاگ اڑاتی ہوئي ' ناچتی
ناچتی آرھی ھیں !
ساحل پر بچّوں نے اپنے کھیل کے شور سے آسمان سر پر اٹھایا
ہوا ھے !
وہ بالو سے گھر بنانے میں ہمہ تن مشغول ھیں !
سمندر کي سیپیاں اور گھونگھے ان کے کھلونے ھیں—
بچّے اپنے ھاتھوں سے پتّوں کي ناؤ بنا کر سمندر مین بہا
دیتے ھیں !
سمندر ان کی ناؤ کو موجوں پر اٹھائے ہوئے بہا لے جاتا ھے !
اس دنیا کے ساحل پر بچے کھیل کود میں مصروف ھیں !
یہ تیرنا نہیں جانتے !
پانی میں جال پھینکنا نہیں جانتے !
غوّاص موتیوں کی تلاش میں غوطہ زن ھیں '
اور تاجر اپنے مال و مطاع کی کشتیاں لیئے سفر کر رھے ھیں !
بچّے سمندر کے کنارے صرف کوڑیاں جمع کر رھے ھیں !
اپنے بالو کے گھروں کو ان سے سجاتے ھیں !
یہ موتیوں کی تلاش میں نہیں '

پانی میں جال پھیلنا نہیں جانتے !
سمندر جھاگ اڑاتا ہوا قہقہے مار رہا ہے !
اور مسکراہٹ سی لب ساحل پر کھیل رہی ہے !
سمندر کی موجیں بچّوں کے کانوں میں گیت گا رہی ہیں !
گویا ان کی ماں گہوارے کو ہلاتی ہوئی لوریاں سنا رہی ہے !
سمندر بچّوں کے کھیل میں شریک ہے ، محو ہے ،
اور ساحل اپنی کھلکھلاہٹ میں اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہے !
اس دنیا کے ساحل پر بچّے کھیل رہے ہیں !
آسمان تلے کشتیاں سمندر میں غرق ہوجاتی ہیں —
موت کا فرشتہ سر پر منڈلا رہا ہے !
بچّے اپنے کھیل میں مگن ہیں !
اس دنیا کے ساحل پر بچّوں کے کھیل سے ایک شور بپا ہے !

شیشو

بچّہ نے اپنی امّاں سے پوچھا :

" امّاں ! میں کہاں سے آیا ہوں ؟ تو مجھے کہاں سے اٹھا لائی تھی ؟ "

ماں نے ہنستے ہوئے ' بچّے کو سینہ سے لگایا ' اس کی آنکھیں بھر آئیں ' بولی :

" میری جان ! تو میری آرزو کی صورت میرے دل کے اندر چھپا تھا !

تو میرے اس کھیل میں تھا جو میں بچپن میں کھیلا کرتی تھی !

جب میں شِو کی پوجا کیا کرتی تھی تو کتنی مرتبہ میں نے تیرے بت کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ' توڑا اور پھر بنایا !

تجھے میں اپنے دیوتا کے ساتھ اُس کی عبادت کی چوکی پر بٹھایا کرتی تھی !

دیوتا کی پرستش میں تیری پوجا بھی کرتی تھی !

تو میری اُس تمنا میں موجود تھا جو ہمیشہ سے میرے دل میں تھی !

تو میرے عشق کی تپش میں تھا '

تو اپنی امّاں اور اُس کی تمام پشتوں میں سدا سے موجود تھا !

ہمارے اس قدیم گھرانے میں ، ہمارے گھر کے دیوتاؤں کے دلوں میں تو کب سے چھپا تھا ، کوئی نہیں کہہ سکتا !

جب میں جوان تھی اور میرا دل پھول کی طرح کھلا ہوا تھا ،

اس وقت تو میرے حسن کی ملاحت میں ملا ہوا تھا !

تو میرے ہر عضو اور ہر عضو کی نزاکت میں ، اُس کی لطافت میں چھپا تھا !

تیرے نازک بدن کي لطافت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کیئے ہوئے تھی !

تو ہمارے دیوتاؤں کی محبت کا سرمایہ ھے !

اے اس جہان میں نئے آنے والے ! تو قدیم زمانہ میں بھی موجود تھا !

تیرا جنم صبح کی روشنی کے جنم کے ساتھہ ہوا !

تو اس دنیا کا پہلا وہ خواب نوشیں ھے جو سرور کے سیلاب میں بہتا میری گود تک آیا !

اچانک جب میری نگاہ تجھہ پر پڑتي ھے ، تو میں تیري ہستی کے اسرار کي تہ تک نہیں پہنچتي !

معلوم نہیں یہ کیسے ہوا کہ تو ، جو کہ ہر کسی کی دولت بے بہا تھا ، میرے ھاتھ کیسے آگیا ، تو میرا کیسے ہوا ؟

جب میں تجھے چومتی ہوں تو اپنے ہی دل کي آرزو کا منہ چومتی ہوں !

تو ماں کا جگر گوشہ ، ماں کے دل کا ٹکڑا ھے !

ایک میٹھی مسکراہٹ کی صورت میں تو نمودار ہوا ھے !

اسی سبب میں ہمیشہ ڈرتی ہوں کہ ایسا نہ ہو تجھے کھو بیٹھوں '

میں چاہتی ہوں تجھے ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھوں !

ایک لمحہ کے لیے تو مجھ سے دور چلا جاتا ہے ' غم کے مارے میری جان کراھنے لگتی ہے !

اے میرے من موہن ! میں تجھے کن زنجیروں سے باندھکر رکھوں ؟

اے اس دنیا کے انمول رتن ! تجھے اِن دونوں بازؤں میں اپنے سینہ سے لگائے رکھوں ! "

شیشو

میرے لال !

جب میں رنگین کھلونے تیرے نازک ہاتھوں میں دیتی ہوں ،
تب میں سمجھتی ہوں کہ صبح کی روشنی میں بادلوں پر
ان تمام رنگوں کا مقصد کیا ہے ؟
اور بہتے پانی کی لہروں میں یہ رنگین جگمگاہٹ
کیسی ہے ؟
پھولوں کی پنکھڑیوں پر اتنا رنگ کیوں لگا ہے ؟
جب میں تیرے پیارے ہاتھوں میں رنگین کھلونے دیتی
ہوں —
تب ان سب چیزوں کا مقصد مجھ پر کھل جاتا ہے !
جب میں تجھے لوریاں سناتی ہوں ،
تب میں سمجھتی ہوں کہ باغ میں درختوں کے پتوں میں
یہ تالیاں بجا کر ناچنا کیسا ہے ؟
اور یہ بہتے ہوئے گہرے دریا کی موجوں میں کیوں پیدا ہوتے
ہیں ؟
میرے لال ! جب میں تجھے لوریاں سناتی ہوں ،
تب ان سب باتوں کے معنی مجھ پر واضح ہوجاتے ہیں !
جب میں تیرے ان پھیلے ہوئے لالچی ہاتھوں میں مٹھائی
دیتی ہوں ،

تو اُس کے میٹھے رس کو تمام منھ، پر مل لیتا ھے !

اس مٹھائی کے ٹکڑے کو لیکر تو گھر کے کونے کونے میں اچھلتا کودتا ھے !

تب میں سمجھتی ھوں کہ بہتی ندی کے پانی میں اتنی مٹھاس کیوں ھے ؟ اور پھل کیوں اتنے میٹھے ھوتے ھیں ؟

ھاں، جب میں تیرے ان لالچی ھاتھوں میں مٹھائی دیتی ھوں ، تب ان تمام باتوں کا راز مجھ پر کھل جاتا ھے !

جب میں تجھے چومتی ھوں ، اور یوں چوم کر تجھے ھنساتی ھوں ، تب میری سمجھ، میں آتا ھے کہ آسمان میں یہ مسرّت بھری لہریں کیسی ھیں کہ ان کی چھلکتی ھوئی روشنی کا عکس ، ناچتا ھوا میرے جسم پر آکر پڑتا ھے ؟

اور ھوا کیوں آھستہ آھستہ، میرے سینہ کو چھوتی ھوئی گذر جاتی ھے ؟

ھاں یہ سب معمّے حل ھوجاتے ھیں ، جب میں تیرا منھ چومتی ھوں !

شیشو

امّاں ! اگر میں تیرا بیٹا نہ ہوتا ، کتّے کا پلہ ہوتا !
تو تُو مجھے اپنے کھانے کی رکابی میں ملنھ ڈالنے نہ دیتی !
امّاں ! سچ سچ بتا ، مجھے دھوکا نہ دے ، تو مجھ
سے کہتی :
" دور دور ! یہ کتے کا پلہ یہاں کہاں سے چلا آیا ؟ "
چھوڑ امّاں ، مجھے اپنی گود سے اتار دے !
میں تیرے ہاتھوں اب کھانا بھی نہیں کھاؤں گا ،
تیری تھالی میں میں تیرے ساتھ نہ کھاؤں گا !

امّاں ! اگر میں تیرا بیٹا نہ ہوتا اور اگر ہوتا میں کسی
طوطے کا چھوٹا سا بچہ !
تو مجھے تُو پنجرے میں بند کرکے رکھتی کہ کہیں اُڑ نہ
جاؤں !
امّاں ! سچ سچ کہنا ، مجھے دھوکا نہ دینا ، جب تو مجھ
کہتی :
" کیسا بد بخت بچہ ہے یہ ! "
امّاں ! تو کہتی کہ میں پنجرے سے اُڑ بھاگنا چاہتا ہوں !
امّاں ! تب چھوڑ دے مجھے ، تجھے مجھ سے محبت نہیں !
میں تیرے ساتھ نہیں رہنا ،
چھوڑ کہ میں کسی جنگل کو اڑ جاؤں !

شیشو

امّاں ! اگر میں پھول ہوکر درخت کی ٹہنی پر آکر کھلتا ،
صبح کے وقت پتّوں میں ناچتا تو تُو مجھے پہچان ہی نہ سکتی !
تو مجھ سے ہار جاتی امّاں !
تو پکارتی : "بیٹا کہاں ہو ؟"
میں چپ چاپ وہیں بیٹھا ہنستا !
اُس وقت تو جو کچھ بھی کرتی میں اپنی کھلی آنکھ سے دیکھتا !
جب تو نہا دھوکر ، بال کھولے اس درخت کے پاس سے مندر کی طرف جاتی ،
تو دور سے تجھے پھول کی میٹھی سی خوشبو آتی !
اور تجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ یہ خوشبو تیرے بیٹے کی ہے !
دوپہر کا کھانا کھاکر جب تو گیتا پڑھنے بیٹھتی ،
تو درخت کا سایہ تیری پیٹھ پر آکر پڑتا —
اور میرا چھوٹا سا سایہ تیری کتاب کے صفحہ پر پڑتا —
تو اُس وقت بھی پہچان نہ سکتی کہ یہ تیرے بیٹے کا سایہ ہے جو تیری آنکھوں کے سامنے ناچ رہا ہے !
شام کے وقت جب تو دیا جلاتی ،
اور گائے بھینسوں کو گھیر لانے کے لیے باہر جاتی ،

تو میں بھول ہوکر کھلنے کے کھیل کو چھوڑ زمین پر کود پڑتا !
اور پھر تیرے بیٹے کی صورت میں آجاتا اور تجھے کہانیاں سناتا !

تو کہتی : '' شریر ! تھا کہاں اتنی دیر ؟ ''

میں کہتا : '' جاو نہیں بتاتا ! ''

میں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ جب چاند کسی درخت
کی شاخوں میں آکر پھنس جائے '
تو کوئی ہے جو اُسے پکڑ کر نیچے اتار لائے ؟
بڑے بھائی نے قہقہہ لگا کر کہا : " تیرے جیسا بے وقوف
بھی میں نے نہیں دیکھا !
چاند تو بڑی دور ہے ' چاند کو کون پکڑ سکتا ہے ؟ "
میں نے کہا : " بھائی تمہیں بھی کسی بات کی خبر
نہیں '
جب امّاں اُس کھڑکی میں کھڑی ہنستی ہو تو تم کہوگے
کہ امّاں بڑی دور ہے ؟ "
مگر بڑے بھائی نے ہنس کر جواب دیا : " بچّے ! تیرے
جیسا بے وقوف میں نے نہیں دیکھا !
اتنی بڑی پھانس کہاں سے لائیں جس سے چاند کو
پکڑیں ؟ "
میں نے کہا : " بھائی دیکھ تو سہی تو چاند ہے کتنا
چھوٹا سا !
میں اپنی ان دونوں مٹھیوں میں اُسے پکڑ سکتا ہوں ! "
پھر بھائی نے یہی کہا : " تیرے جیسا احمق بھی کبھی
نہ دیکھا تھا !

اگر چاند تیرے نزدیک آجائے تو تجھے معلوم ہو کہ وہ کتنا بڑا ہے ! "

میں نے کہا : " مدرسہ میں کیا تم خاک پھانکتے رہے ہو ؟ جب ماں مجھے چومنے کے لیئے اپنا منھ میرے نزدیک لاتی ہے ' تو میں نے کبھی نہیں دیکھا اُس کا منھ بہت بڑا ہوگیا ہو ! "

پھر بھی بھائی نے یہی کہا ! " تیرے جیسا احمق میں نے کبھی نہ دیکھا تھا ! "

شیشو

مجھے ماں یاد نہیں ، مگر ، کبھی کبھی جب میں کھیلتا
ہوں—

ایک لے سی میرے کان میں گونجتی رہتی ہے !
گویا امّاں کی باتیں میرے کھیل کے گیت میں سُریں ہو
کر مل جاتی ہیں !
امّاں گہوارہ کو جھلاتے ہوئے لوریاں گایا کرتی تھی ،
امّاں چلی گئی ہے ، لیکن جاتے جاتے اپنا گانا یہاں چھوڑ
گئی ہے !

مجھے ماں یاد نہیں ، مگر ، جب بہار کے موسم میں پھولوں
سے باغ بھر جاتے ہیں ،
تو شبنم سے بھیگے ہوئے پھولوں کی مہک آتی ہے !
تب معلوم نہیں کیوں مجھے ماں یاد آتی ہے ،
وہ باغ سے جھولی بھر بھر کر پھول لایا کرتی تھی!
ان پھولوں کو پھر مندر لے جا کر دیوتا کی نذر کرتی تھی !
امّاں کی پوجا کے ان پھولوں میں مجھے امّاں کی خوشبو
آتی ہے !

مجھے ماں یاد نہیں ، مگر ، جب میں سونے کے لیے جا
کر اپنے بستر پر لیٹتا ہوں ،
اور کھڑکی میں سے آسمان کی طرف دیکھتا ہوں ،

تو میرے دل میں آتا ہے گویا ماں مجھے تاک رہی ہے !
اور مجھے اپنی گود میں لے کر کہتی ہے : میرے لال ! میری طرف دیکھ ! "
امّاں اپنی نظر آسمان بھر میں رکھ گئی ہے !

شیشو

امّاں! مجھ سے بھول ہوئی اور میں نے کہدیا ، سات اٹھے ستائیس -

بس ماسٹر صاحب بگڑ گئے !

اماں ! اُس میلے پر جو پانچ پیسے کا رنگین کھلونا تونے مجھے لے دیا تھا ،

میں نے اپنی کتاب کے نیچے چھپا رکھا تھا !

کسی لڑکے نے ماسٹر صاحب سے کہہ دیا ، اور وہ سخت بگڑ گئے ،

میرا وہ کھلونا لے کر توڑ پھوڑ دور پھینک دیا !

اور کہنے لگے : " بس دن رات تیرا دھیان کھیل کود میں ہے ،

شریر ! پڑھنے لکھنے میں تیرا ذرا جی نہیں لگتا ! "

امّاں ! اب میں کس سے جا کر کہوں ؟

ماسٹر صاحب کا کوئی استاد نہیں ؟

میں ابھی اس سے جا کر شکایت کروں !

امّاں ! کیا ماسٹر صاحب کے گھر میں کوئی کھلونا نہیں ؟

کیا وہ کبھی کسی کھلونے سے کھیلتے ہی نہیں ؟

نہ دن کو نہ رات کو ؟

کبھی کھیلتے ہی نہیں ؟

کبھی کسی گلی کوچہ میں اپنے کسی کھلونے سے کھیل کر
وقت نہیں ضایع کرتے ؟

اگر ان کا وہ کھلونا کوئی غصہ میں آکر زمین پر دے مارے '
تو اماں کہو کیسا ہو ؟

ماسٹر صاحب کے دل پر کیسی گذرے ؟

شیتو

لے میں آج تیرا استاد عبداللہ ہوں !

اے میرے بلّی کے بچّہ ! پڑھ ، میرے چھوٹے سے بلّے پڑھ !

میں اس بلّے کو کبھی چھڑی سے نہیں مارتا ،

اور یہ لکڑي جو آپ میرے ہاتھ میں دیکھتے ھیں ، بس یونہی رکھی ھے !

بلّا مدرسہ میں روز دیر سے آتا ھے ،

بلّے کا دل پڑھنے لکھنے میں نہیں لگتا ، نہ لگے گا !

سبق بھی توجہ سے نہیں سنتا ھے !

دایاں ھاتھ اٹھا کر ایکائیوں پر ایکائیاں لیتا ھے !

کتنا ھی سر پیٹتا ھوں کہ بلّے ! کان دیکر سن !

لیکن اس کا دھیان تو رات دن کھیل میں ھے ، کھیل دن رات کھیل ، دوسرا کام ھی نہیں !

پڑھنے کے لیئے ھزار بہانے کرتا ھے !

میں اسے کہتا ھوں : " میرے بلّے ! پڑھ ! الف ، بے ، جیم ، نون ! "

وہ کہتا ھے ! " میوں ، میوں ، میوں ! "

بغدادی قاعدہ کا پہلا صفحہ کھول اس کی آنکھوں کے سامنے رکھتا ھوں !

لاکھ کوشش کرتا ھوں کہ کچھ تو سمجھے ـــــ

ایسا نہ کیجو کہ کوئی چیز کبھی چرا کر ہڑپ کر جاؤ !
ایک بھلے باتمیز لڑکے کی طرح بن !
لیکن جو نصیحت بھی اسے کرتا ہوں ، اکارت جاتی ہے !
اِس کان سنی اُس کان اُڑا دی !
مچھلی جو دیکھ پائے ، تو پھر کیا ہے ، سب کچھ بھول گیا !
پڑھنا لکھنا طاق پر !
چڑیا جو نظر آگئی ، کتاب چھوڑ جھپاک سے اس کے پیچھے !
میں اسے پڑھاتا ہوں " الف ، بے ، جیم ، نون ! "
وہ بکتا ہے : " میوں ، میوں ، میوں ! "
ہزار دفعہ میں نے اسے سمجھایا ہے کہ پڑھنے کے وقت پڑھا کر ، اور کھیل کے وقت کھیلا کر !
سبق پڑھتے وقت ایک سمجھدار لڑکے کی طرح ادب سے خاموش بیٹھا کر !
لیکن شریر اور شیطان لڑکوں کی طرح آنکھ بچا کر یوں تاکتا ہے !
کوئی کہے جو کچھ میں نے کہا ہے سب سمجھتا ہے !
ایلو ! لپک کر وہ گیا ، اب کوئی کیا جانے گیا کدھر !
میں اس سے کہتا ہوں : " پڑھ ، الف بے ، جیم ، نون ! "
وہ کہتا ہے ! " میوں ، میوں ، میوں ! "

شیشو

امّاں ! یوں فکر مند سی کیوں بیٹھی ہو ؟

بچہ کو گود میں کیوں نہیں لیتی ؟

پاؤں پھیلا کے یوں کونے میں بیٹھی اپنے دل میں کیا سوچ رہی ہو ؟

تونے اپنے بالوں کو ابھی تک نہیں باندھا ،

مینہ کی بوندیں تیرے سر پر پڑ رہی ہیں ، بال سب بھیگ رہے ہیں !

کھڑکی سے باہر کیا دیکھ رہی ہو ؟

زمین بھیگ رہی ہے اور تمہری ساڑی سے مٹی لگ رہی ہے !

چار بجے کا گھنٹہ بج گیا ،

بڑا بھائی اب مدرسہ سے آرہا ہوگا ، بھول گئی ہو کیا ؟

یوں فکر مند سی کیوں بیٹھی ہو ؟

ابّا جان کی چٹھی نہیں آئی ؟

ڈاکیہ تو ہر کسی کی چٹھی ڈیوڑھی میں پھینک چلا گیا ہے !

ابّا جان کی چٹھی؛ وہ ہر روز آکر کیوں نہیں دے جاتا ؟

اپنے پڑھنے کے لیئے تھیلے میں ڈال اپنے گھر لے جاتا ہے ،

یہ مجھ سے اور برداشت نہیں ہوسکتا !

امّاں ! سن ' یوں ہر وقت غمناک ہوکر نہ بیٹھا کر !
کل ' جب لوگ سودا خریدنے بازار جائیں گے تو ماما سے
کہنا کہ قلم کاغذ لیتی آئے !
خود دیکھ لینا جو ایک غلطی بھی کر جاؤں !
الف سے لیکر ' طوے ' جیم ' میم ' ڈال تک ' موتے موتے
حرفوں میں '

ابا جان کی چھٹی میں خود لکھ کر تجھے پہنچا دونگا !
اماں ہنستی کیوں ہو ؟

سمجھتی ہو میں ابّا جان کی طرح خط نہ لکھ سکوں گا ؟
ذرا ٹھہر ! جب لکھ چکوں تو دیکھ لینا !
اور جب چٹھی میں نے لکھ لی ' تو سمجھتی ہوگی کہ
جاکر ڈاکیہ کے تھیلے میں ڈال دوں گا ؟

جو کام خود ابّا جان باوجود اتنی عقلمندی کے کیا کرتے
ہیں !
نہیں ' میں یہ بےوقوفی کا کام نہیں کروں گا !
چٹھی تیرے سامنے لا ' تجھے پڑھکر سناؤں گا '
اور پھر تیرے ہاتھ میں دیدونگا !
اس وجہ سے کہ انہیں جو کبھی اچھی سی چٹھی
مل جاتی ہے تو پھر اُسے دیتے نہیں !

شیشو

میرے لال ! تونے مٹی مل کر اپنے جسم کی کیا حالت
بنا رکھی ہے ؟

اور یہ پٹّی ہاتھ میں لیکر تو کتنا خوش ہے !
گھر کے کونے میں یہ پٹّی لیئے تو اپنے کھیل میں مگن ہے !
تجھے اس حالت میں دیکھکر مجھے ہنسی آتی ہے !

میں اپنے کام میں مصروف ہوں '
روزانہ خرچ اخراجات کا حساب ملا رہی ہوں—
رقمیں بڑھتی چلی جاتی ہیں '
میرا وقت یوں حساب کرتے کٹ جاتا ہے !

تو اپنے دل میں سوچ رہا ہوگا کہ اماں کا یہ حساب لکھنے
کا کھیل بھی کیا کھیل ہے !
یوں تو وقت ہی ضایع ہوتا ہوگا !

میرے لال ! میں نے بھی اس دنیا کی خاک میں سے ایک
مٹی کا ڈھیلا اٹھا لیا ہے '
اسی سے کھیلتی ہوں ! دیکھیں یہ کھیل ہمیں کہاں
پہنچائے ؟
اور وہ کھلونا جس کی ہمیں آرزو ہے کب ہاتھ آئے ؟
ہم اسی فکر میں ہیں—سونے چاندنی کے کھلونوں کی
ہمیں آرزو ہے !

هم ایسی ھی چیزیں جمع کر رہے ھیں !
تجھے جو کچھ سامنے پڑا مل جائے تو اُسی سے اپنے کھیل
کا سامان پیدا کرلیتا ھے !
هم جس چیز کی تمنا کیئے بیٹھے ھیں اور نہیں ملتی '
هم اُسی کی اُمید میں زندگی بسر کر رہے ھیں—
جس چیز کا ملنا محال ھے هم اُسی کی تلاش میں
ھیں !

شیشو

میرے لال ! روتے کیوں ہو ؟ کسی نے تجھے کچھ کہا ہے ؟

جب تو لکھنے بیٹھتا ہے اور روشنائی سے ہاتھ منھ سیاہ کر لیتا ہے ،

تو لوگ تجھے غلیظ کہہ کر برا بھلا کہتے ہیں ؟

افسوس ، صد افسوس ! یہ تو ہرگز مناسب نہیں کہ تجھے ایسی بات کہی جائے !

جب چودھویں رات کا چاند گہنا جاتا ہے تو کسی نے کبھی اُسے غلیظ کہا ہے ؟

میرے لال ! تجھے لوگ غلیظ کہتے ہیں ، میں دیکھتی ہوں کہ انہیں تجھ سے محبت نہیں !

کھیل کود میں کپڑوں کے چھیتڑے اڑا کر تو گھر لوٹتا ہے ،

تب لوگ تجھے کہتے ہیں کہ تو شریر ہے !

افسوس ، صد افسوس ! یہ تو ہرگز مناسب نہیں کہ تجھے شریر کہا جائے !

صبح کی روشنی جب بادلوں کے ٹکڑوں سے چھن چھن کر زمین پر گرتی ہے ،

تو کبھی کسی نے اُسے شریر نہیں کہا !

یہ لوگ تجھ سے جو کچھ بھی کہیں تو کان نہ دیا کر !

ہر روز تیری بدنامی بڑھتی چلی جا رہی ہے !

تجھے میٹھا بہت بھاتا ہے !

اسی لیئے گھر کے اور باھر کے لوگ تجھے مٹھائی کا لالچی
کہتے ہیں !

افسوس، صد افسوس ! یہ تو ھرگز مناسب نہیں کہ تجھے
لالچی کہا جائے !

اگر یہ سچ ہے کہ تو میٹھے کا لالچی ہے ،
تو وہ کیا ہوں گے جو تجھے چاھتے ہیں ؟

شہشو

آنکھوں سے آنکھیں ملی ہیں اور دل سے دل !
ہم دونوں کی زندگی کا افسانہ صرف یہي کچھ، ہے !
بہار کی چاندنی رات پھولوں کی خوشبو سے مہک
اُٹھی ہے !

میری بانسري میرے سامنے پڑي ہے '
اور تیرا دامن پھولوں سے بھرا ہے !
واہ ! یہ ہمارا عشق کیا سادہ اور آسان ہے !
تیرا یہ سرخ لباس میری آنکھوں میں خمار پیدا کرتا ہے !
پھولوں کا وہ ہار جو تونے گوندھا تھا ' میرے گلے میں ہے !
کچھ، تونے مجھے دیا ہے اور کچھ مجھ، سے چھپا رکھا ہے '
کچھ ظاہر ہے اور کچھ، پنہاں !
کچھ، مسکراہٹ ہے اور کچھ، حیا !
اس طرح ایک دوسرے کے مقصد کو سمجھنا '
واہ ! یہ عشق ہمارا کہا سادہ اور آسان ہے !
ہمارے اس وصل کی بہار میں کسی نہایت ہی عجیب
راز کا انکشاف نہیں !
اس راز میں کوئی حقیقت ایسی نہیں جو فہم و ادراک
سے بالا ہو '
نہایت ہی گہری اور عظیم الشّان ہو !

ہمارے اس عشق کے پردہ میں کوئی چیز سایہ کی طرح پنہاں نہیں !
صرف یہ بات ھے کہ ہم دونوں آنکھوں سے آنکھیں ملائے ہوئے ہیں !
ہمارے دل میں کسی چیز کی تلاش نہیں !
واہ ! اس موسم بہار میں یہ ہمارا وصال کیا سادہ اور آسان ھے !
باتوں کی تہ میں ہمیں کسی راز کی تلاش نہیں ،
آسمان کی طرف منہ اٹھائے ، دست بدعا ، ہم کسی انتہائے آرزو کے خواستگار نہیں !
جو کچھ ہم دیتے ہیں اور جو کچھ ہم لیتے ہیں ، اس سے زیادہ کی جستجو نہیں رکھتے !
جن نعمتوں کو ہم نے اپنے سینوں سے لگا رکھا ھے ، ان پر ہمیشہ کے قبضہ کی بھی جد و جہد نہیں !
واہ ! بہار میں یہ ہمارا وصال کیا آسان اور سادہ ھے !
سنتے تھے کہ عشق کے سمندر کا ساحل نہیں ، وہ بحر بیکراں ھے !
وہ کسی جہت کا پابند نہیں !
سنتے تھے کہ عشق میں وصال کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ،
دیدار کی بھوک کا کوئی چارہ نہیں ،
اور یہ کہ عشق کے ساز کے تار نغمہ کے شور سے ٹوٹ جاتے ہیں ،

لوگ کہتے تھے کہ کوئے یار کی راہ بڑی پیچ در پیچ ' اور دشوار گذار ہے—

مگر ہمارا عشق کیا آسان ہے ' کیا سادہ ہے !

اے حسین ! کہاں ؟ کہاں ؟ کہاں تک مجھے یوں کشاں‌کشاں
لے جائیگا ؟

مجھے بتا ، وہ گھات کہاں ہے جہاں تیری سنہری کشتی
آن کر ٹھہرے گی ؟

اے نرالے ! جب میں تجھ سے پوچھتا ہوں ،
تو جواب میں فقط مسکرا دیتا ہے !
تیرے دل میں کیا ہے مجھ، پر نہیں کھلتا !
تو خاموش اپنی انگلی سے اشارہ کر دیتا ہے اور بس—
یہ بحر بیکراں بیتاب ہو کر مطلاطم ہوتا ہے ، بپھرتا ہوا
اُٹھ کر ناچتا ہے !
سورج گھوم کر افق مغرب میں جا ڈوبتا ہے !
ہاں ، وہاں وہ کیا ہے ؟
میں کس کی جستجو میں ہوں ؟
مجھے بتا ، اے نا معلوم ! میں تجھ سے پوچھتا ہوں
مجھے بتا ،

وہاں افق مغرب پر اترتی ہوئی شام کے کنارہ وہ چتا کیسی
جل رہی ہے ؟

اس کے نیچے آتش سیال کا دریا بہ رہا ہے ، گویا آسمان
کا دل خون ہوکر بہ گیا ہے !

آسمان کی آنکھوں سے گویا خونیں آنسروں کا دریا بہ
رہا ہے !

اے حسین ! ممکن ہے ان نغمہ سرا موجوں کے پار تو خود
ہی بیٹھا ہو '

شاید اُس پہاڑ کے دامن پر کہ جس کی چوٹی پر آسمان
بوسہ دئیے ہے تو خاموش بیٹھا مسکرا رہا ہے !

ساحل پر موجوں نے شور و غل بپا کر رکھا ہے !

موجیں مجھے تاک رہی ہیں !

موجوں نے اپنے اندھے جوش طلاطم سے ایک طوفان بپا
کر رکھا ہے !

شک اور شبہ تاریک سمندر کی طرح چاروں طرف سے
مجھے گھیرے ہے '

جس طرف بھی دیکھتا ہوں کنارہ کہیں نظر نہیں آتا !

میں اس دنیا کی موجوں میں غوطے کھا رہا ہوں '

اور دریا نہ تھمنے والے آنسوؤں کے تیز دھارے کی طرح
ناچتا ہوا بہتا چلا جا رہا ہے !

اسی سمندر کی سطح پر دور ' وہ سنہری کشتی تیر رہی ہے '

اور مغرب میں ڈوبتے ہوئے آفتاب کی کرنیں اُس پر ناچ
رہی ہیں !

اے حسین ! کہاں ؟ کہاں ؟

شونارتوری

دن کے سب کام دھندے ہو چکے تھے ،
رات سخت اندھیری تھی !
میں نے اپنے دل میں کہا ! آج کوئی نہیں آتا !
گاؤں میں جھونپڑیوں کے دروازے سب بند ہیں ، مگر
کسی نے کہا ہے وہ آج آئیں گے !
ہم نے سنا اور ہنس کر ٹال دیا ، آج کوئی نہیں
آتا !

یہ صحیح ہے کہ ہم نے سنا گویا کوئی دروازہ پر دستک
دے رہا ہے ،
سوچا ، ہوا ہوگی ، یہ جھونکا تھا ہوا کا !
چراغ بجھا دیئے ، دن کی ماندگی نے غفلت پیدا کی تو
سو رہے !
کسی نے یونہی پوچھا ، پیغامبر آیا تو ؟
ہم نے یہ بھی سنا ، مگر ہنس کر ٹال دیا - ہوا کا جھونکا
تھا جس نے یہ وہم پیدا کیا !

آدھی رات کا وقت ہے ، آواز سی سنائی دی—
غنودگی میں ہم نے سمجھا یہ بادلوں کی گرج ہے !
یاد آتا ہے ایسا محسوس ہوا تھا کہ زمین کانپ
رہی ہے !

ایک بولا ! سنو ' گاڑی کی دھمک ھے !
ہم نے سنا اور ھنس کر ٹال دیا ' بادلوں کی گرج تھي جس نے یہ وھم پیدا کیا !
تب رات کی خاموش اور تاریک فضاء میں گانے کی سی آواز سنائی دي—
گویا کوئی پکار رھا ھے ! اٹھو ' بیدار ھو ' آنے والا آ گیا !

دل کو دونوں ھاتھوں سے تھام کر ' سہمے ھوئے ہم ٹھٹھک کر رہ گئے !
کسی نے کہا ! میں بادشاہ کی سواری کے آگے آگے اس کا علم لہراتا ھوا دیکھتا ھوں !
ہم سب نے اٹھکر کہا ! اب دیر نہ ھوني چاھئے—
کہاں ' کہاں ھے روشنی ' مشعل ' بھائی روشنی ؟
انتظام ؟ بندوبست ؟ بادشاہ ھمارے یہاں اترے ھیں '
تخت کہاں ھے ؟ واے نصیب ! واے شرم و ندامت !
کہاں ھے دربار ' دربار کی آرایش ؟
کسی نے کان میں کہا ! اس وقت یہ واویلا بے سود ھے !
بھائی اٹھ ' دروازے کھولدے ' اٹھ ' بجا ' ساز بجا !
گا ! اندھیری رات میں آئے ھیں اس اندھیرے گھر کے شہنشاہ !
سماں کی تاریک فضا میں بادل گرجتے ھیں ' بجلی رہ رہ کر چمکتی ھے !

ٹوٹا پھوٹا بستر بچھونا جو کچھ ھے نکال ، صحن میں لاکر
بچھا دے !

آندھی بارش طوفان کی سواری پر ،
دکھ درد کی اندھیری رات کے بادشاہ کی آمد ھے !

اماں جان ! شہزادہ آج ھمارے گھر کے سامنے سے گذرے گا !

تم ھی کہو میں آج گھر کے کام دھندے کو لیکر کیسے رہ سکتی ہوں ؟

اماں ! مجھے بتا آج میں کیا کروں ؟ بال کس طرح سنواروں ؟

کس طرز کا لباس پہنوں ، کس رنگ کا کس ڈھنگ کا ؟

اماں ! تمہیں کیا ھوا ؟ اس طرح حیران سی کیوں تک رہی ھو ؟

کھڑکی کی آڑ میں سے جہاں کھڑی میں دیکھوں گی ،
شہزادہ تو میری طرف منہ موڑ کر نہ دیکھیگا !
بس آنکھ جھپکنے کی دیر ھے کہ نظارہ ختم ھوگا ،
شہزادے کی سواری نکل جائیگی—
صرف بانسری کی آواز دور سے آتی سنائی دے گی !

جب بھی ، اماں ! بادشاہ کا لال آج ھمارے گھر کے سامنے سے گذریگا !

صرف اسی ایک لمحہ کے لیئے میں کس طرح اپنے آپ کو سنوارے بغیر رہ سکتی ھوں ؟

اماں ! شہزادے کی سواری ھمارے گھر کے دروازے کے سامنے سے نکل گئی !

اُس کی اس زرّیں سواری پر صبح کی روشنی کی رنگین
کرنیں کس طرح نثار ہو رہی تھیں ! واہ وا واہ !

اماں ! صرف ایک لمحہ بھر کے لیئے میں نے گھونگھٹ منہ
پر سے اٹھا کر شہزادے کو دیکھ لیا !

موتیوں کا ھار گلے سے توڑ اس کی راہ میں پھینک دیا !

اماں ! تمہیں کیا ھوا ؟ اس طرح حیران سی کیوں تک
رھی ھو ؟

میرے ھار کو اُس نے زمین پر سے اُٹھایا نہیں ،

وہ تو اس کی رتھ کے پہیئے کے نیچے دب کر پس گیا !

ھمارے دروازہ کے سامنے راستہ کی دھول میں پسے موتیوں
کی ایک لکیر سی پڑی رہ گئی ھے !

میں نے شہزادے پر کیا نثار کیا اس کی خبر کسی کو
نہیں —

میرا پیش کش تو پس کر خاک میں مل گیا !

جب بھی ، اماں ! بادشاہ کا لال ھمارے گھر کے دروازے کے
سامنے سے گذرا ھے !

تم ھی کہو میں اپنے گلے کا ھار نثار کئیے بغیر کیسے رہ
سکتی تھی ؟

کھیا

قیدی ! ان زنجیروں میں تجھے کس نے جکڑ کر رکھ دیا ؟
میرے آقا نے مجھے ان فولادی زنجیروں میں باندھ دیا ھے !
میرے دل کی آرزو تھی کہ عزّت و آبرو میں سب سے بازی لیجاؤں ،
شان و شوکت میں میرے مقابلہ کا کوئی نہ رھے ،
اور وہ خراج معبودیت جو میرے آقا کا حق تھا ، میں نے مار لیا !
تب یہ ھوا کہ بد مستی نے آکر مجھے گھیر لیا :
اور اس تخت پر چڑھ بیٹھنے سے نہ چوکا جو میرے آقا کا تخت تھا !
غفلت کا پردہ جو اٹھا تو دیکھتا ھوں کہ اپنے ھی خزانہ میں قید ھوں !

قیدی ! یہ فولادی زنجیر کس نے بنائی ؟
یہ زنجیر ؟ یہ زنجیر میں نے اپنا خون پسینہ کی راہ بہا کر تیار کی تھی !
خیال یہ تھا کہ اپنی قوت و ثروت کے بل پر اس دنیا کو غلامی کی زنجیروں میں باندھ اپنے قابو میں لاؤں !
میں آزاد رھوں ، دنیا میری غلامی میں رھے !

اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیئے میں نے دن رات سخت
محنت کی '
کتنی ہی آگ کی بھٹیاں صرف ہوئیں '
اور کیا کیا غضب کی چوٹیں ! پیٹ پیٹ کر کس مشقت
سے اسے بنایا کچھ اندازہ ہے ؟
جب یہ سنگین زنجیر تیار ہو گئی تو دیکھتا ہوں کہ
میرے ہی پاؤں میں آویزاں ہے !

کھیا

میرے محبوب ! پھولوں کی طرح تیرے نغموں کے پھول کھلتے ہیں !

یہ نغمے تیرا کرم ہیں ! یہ محض تیرا لطف ہیں !

میں تیرے نغموں کے یہ پھول کھلتے دیکھکر سرور کی لہروں میں اچھلتا ہوا بہ جاتا ہوں !

میں ان پھولوں کو اپنا سمجھ کر تیری نذر کرتا ہوں !

اور تو مسکراتے ہوئے انہیں قبول کر لیتا ہے !

یہ مجھ پر تیرا بڑا احسان ہے !

پھر جب عبادت کا وقت ہو چکے اور پھول مرجھا کر زمین پر گر جائیں ،

تو کسی خسارہ کا اندیشہ نہیں !

اس عالم میں تیری عبادت کی لوٹ مچی ہے !

میری اس مختصر سی زندگی میں میرے نغمے بھی میرے پھول ہیں ،

اور میں انہیں زندگی پر نثار کرتا ہوں !

میرے محبوب ! تیرے نغموں کے پھول کھلتے ہیں !

یہ تیرا کرم ہے ! یہ محض تیرا لطف ہے !

تم میں سے کوئی بھی پھول کھلا نہ سکے گا ! ، !
خواہ کتنی ہی باتیں بناؤ اور کچھ بھی کرو '
اسے پکڑ کر اوپر کھینچو ' تانو '
رات دن خواہ کتنے ہی جتن کرو '
اس کی جڑوں کو پیٹو ' نہ سکو گے کہ پھول کھلا سکو !
کتنا ہی تم اُسے دیکھو بھالو ' یہی کر سکتے ہو کہ اُسے پژمردہ کر ڈالو !

اس کی پنکھڑی پنکھڑی نوچ سکتے ہو نوچ کر خاک میں ملا سکتے ہو !

ہزار جد و جہد کے بعد اگر غنچہ نے منہ کھول دیا—
اس میں رنگ نہ ہوگا ' بو نہ ہوگی ' نہ سکو گے کہ پھول کھلا سکو !

اور وہ جو پھول کھلاتا ہے ' کس سادگی سے اور آسانی سے کھلاتا ہے !

اس کی ایک نگاہ کی دیر ہے ' اسکی آنکھ سے ایک شعاع کی دیر ہے—

کہ پھول میں زندگی کی تان سرایت کر جاتی ہے !
اُس کے نفس کے چھونے کی دیر ہے کہ پھول گویا پرواز کرنا چاہتا ہے !

پنکھڑیوں کے پر کھل جاتے ھیں ، پھول ھوا میں پر تول دیتا ھے !

پھول کا رنگ ھماری زندگی کي بے قراري کی ایک تصویر ھے !

اور اس کی خوشبو اڑنا چاھتی ھے ، یه کسی کی متلاشي ھے !

کھیا

میں دیوانوں کی طرح جنگلوں میں سرگشتہ پھر رہا ہوں !
اس ہرن کی طرح سرگرداں ہوں جو اپنے ہی نافہ کی
خوشبو سے مست ہوکر دیوانہ‌وار چوکڑیاں بھر رہا ہو !
بہار کی راتوں میں نسیم کے جھونکوں سے مست ہو کر
نہ معلوم کس طرف کو نکل جاتا ہوں !
لیکن ہر وہ چیز جس کی آرزو کرتا ہوں دھوکا ثابت ہوتی
ہے ' سراب ہوتی ہے !
میرے دل کی جو آرزو ہے ' اُسے میں ان ہاتھوں سے پکڑ
نہیں سکتا !
میں نے ناچار اپنے دل کو الوداع کہا !
میری تمنائیں سراب کی طرح ہیں !
سدا ایک جگہ سے دوسری جگہ گردش میں ہیں !
میں چاہتا ہوں اپنی تمناؤں کو سینہ سے لگائے رکھوں !
لیکن جب دیکھتا ہوں انہیں اپنی آغوش میں نہیں پاتا !
ہر چیز جسکی میں آرزو کرتا ہوں سراب ثابت ہوتی ہے !
میری بانسری کی آرزو یہ ہے کہ نغموں سے اُنہیں موہ کر
پھانس لے !
میری حالت اس دیوانے کی سی ہے جو مطلوب کو آغوش
میں لیئے—

اپنے گانے میں اسی کا متلاشی ہو ، لیکن اُسے ڈھونڈھے نہ پائے !

ہر وہ چیز جسکی میں آرزو کرتا ہوں سراب نکلتی ہے ،
جو کچھ میں چاھتا ہوں نہیں پاتا !

آتشرگ

دل میں بسنے والے کی ہنسی اور اس کے رونے کی پوشیدہ
آواز سننے کے لیئے ' میں اپنے دل کی اندھیری گہرائیوں کے
دروازہ پر کان لگائے رہتا ہوں !

اُس عالم میں بھنور نے بھی کنول کی تلاش چھوڑ دی ہے '
اور وہاں وہ اُس کنول کا متلاشی ہے جو نیلے آسمان میں
کھلتا ہے !

نامکن کا متمنی ہے !

اُس عالم میں نہ معلوم وہ کون سا پرندہ ہے جو رات کی
تاریک خاموشی میں اپنے ساتھی کے فراق میں اکیلا ہی گاتا ہے !

وہ کون ہے ؟ کسے معلوم ہے وہ کون ہے !

ہاں ' کچھ تھوڑی بہت جھلک اُسکی کبھی کبھی میں
پاتا ہوں '

اور تھوڑا بہت اُسے عقل اور استدلال کے زور بھی سمجھ
سکتا ہوں '

اور کچھ وہم و قیاس سے باہر ہے !

تم ہی کہو ' کبھی میرے نغمہ کے پردے میں تمہیں اس
کا پیغام سنائی دیا ہے ؟

میں سمجھتا ہوں وہ میرے گانے میں اپنے آپ کو چھپا کر
مجھے خود اپنا کلام سناتا ہے !

پروباھی نی

بھائی ! خبر ہے تمہیں کچھ بہشت کہاں ہے ؟

اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ' پتہ نہیں ' نشان نہیں !

اس بہشت کا نہ آغاز ہے نہ اختتام ! نہ اس کا کوئی مقام ہے نہ جہت '

وہاں دن نہیں رات نہیں !

البتہ میں نے اُس بہشت کے خلا کی بہت سی خاک چھانی ہے !

وہ نیستی سے آباد ایک فانوس خیالی ہے !

ہاں ' یہ معلوم نہیں کہ یہ کے زمانوں کے اعمال صالحہ کی جزا میں ہے کہ میں اس زمین پر آدم خاکي کی صورت میں پیدا ہوا ہوں !

اور اصل بہشت میرے تن بدن کا احسانمند ہے !

میرے غیر فانی عشق ' میرے سینے کی جاودانی تپش میں بہشت موجزن ہے !

میرے حسن میري شرم ' میرے ناز و ادا ' میرے درد و غم میری خوشی میں '

میری زندگی اور موت کے رنگین کھیل میں بہشت زندہ ہے !

میری زندگي کے نت نئے رنگوں میں بہشت کی ترنگیں ہیں !

میرے نغموں میں بہشت کی صدا ہمنوا ہوکر گونجتی ہے !
اور یہ میرا دل ہے جس میں بہشت نے اپنا مقام پا لیا ہے !

جبھی تو بہشت آج اپنی آسمان بھری محبت کی نگاہوں سے مجھے یوں تاک رہا ہے !

جبھی تو آج ہر طرف سے خوشی کے ترانوں کی صدائیں آرہی ہیں !

سمندروں کی موجوں میں میری فتح کا ڈنکا بج رہا ہے !
جبھی آج پھول کھلے ہیں !
چشمہ کے کنارے پتوں میں خوشی سے کھلبلی سی پڑ گئی ہے !

مادر زمین کی گود میں بہشت نے جنم لیا ہے !
یہی خبر آج ہوا فرط مسرت سے چاروں طرف دیوانہ وار اڑا ے پھرتی ہے !

یہ ان گنت زمانوں کی ریاضت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ—

یہ نقش سرور ' یہ انبساط محض کي تصویر—گلاب '
اس زمین پر آکر کھلا !

زمانوں سے یہ عالم غیب کے دامن تلے پوشیدہ تھا !

اسی طرح میرا وہ خواب !

نہ معلوم کس دور دراز زمانہ کے کس گلشن بہار کے کس گوشہ میں '

ایک کلي کے منہ پر مسکراہٹ سی تھی ' اب آئي کہ اب آئی !

وہ مسکراہٹ آج پیدا ہوئی ہے !

میري آرزو اسی طرح میرے دل کی گہرائیوں میں زمانوں سے پوشیدہ تھی !

بولاکا

میرا اندھیرا ہی بھلا ہے !

اپنے آپ کو روشنی کے حوالہ تو کرسکیگا !

روشنی کا حریص دیکھو نور کو کس طمع سے سمیٹتا ہے—

بس یہی طمع کا دھندلکا تباہ کن ہے !

بچہ ماں کی گود میں اطمینان سے دود پیتا ہے ،

لیکن مغرور عقلمند تیری بارگاہ کے دروازہ پر روک دیا جاتا ہے !

تیری راہ اپنا راستہ خود دکھاتی ہے !

پروردگار ! میں تیری اس راہ پر سیدھا چلونگا !

اور وہ جو راستہ بتانے کے لیے آن جمع ہوئے ہیں—

وہ تیری راہ میں سنگ راہ ہیں !

بالآخر اُس نے ہمیں ناکام ہونے والی جماعت میں لاکر کھڑا کردیا !

لیکن جہاں تک ہمارے یقین کا تعلق ہے ' ہمیں معلوم ہے ہم ہارنے کے نہیں !

اگر تو چاہے ہمیں شکست دے ' بہتر ' یہ گروہ شکست کھانے کے لیئے تیار کھڑا ہے !

اگر تیرا مقصد یہی ہے کہ ہم تیرے کھیل میں صرف شکست کی مہم انجام دیں—

مات ہوجائیں ' تو بہت خوب ' یونہی سہی ' لیکن تیرا کھیل چھوڑنے کے نہیں !

کوئی گرتا ہے کوئی اٹھتا ہے ' کوئی جیتا ہے کوئی مرتا ہے !

ہم سب کے سب موت کے گھات اتر کر عدم میں جا بسینگے !

جب تونے ہمیں شکست کھانے والے گروہ میں لاکر کھڑا کر دیا تو ہم ہار ہی کا کھیل کھیلیں گے !

البتہ کچھ لگائے بغیر کھیلنا بے سود ہے !

ہم دولت لٹا دیں گے !

تن من دھن سب کچھ لگا دیں گے !

تیری پکار بے پناہ ہے !

ہمارے خرمن ہستی کے لیئے خندۂ برق ہے !

لیکن پرواہ کسے ھے ! لٹ جانے دے اگر سبھی کچھ جاتا ھے ' جانے دے !

آخری کوڑي تک ھم بد کے چھوڑیں گے !

اور اس کے بعد کسی جنگل کے پوشیدہ گوشہ میں یہ تیری شکست خوردہ جماعت '

اس دنیا میں نام و نشان چھوڑے بغیر گم ھو جائیگی !

لیکن ھاں ' یہ شکست فیصلہ کن شکست نہیں ' کھیل اس کے بعد بھي باقي ھے !

تو جیت گیا ' اس میں کسی کو شبہ نہ رھا ' لیکن—

ھم شکست ھی کی ریاضت میں تجھے ڈھونڈھتے ھیں !

نقصان اور خسارہ کی بے پناہ تلوار ھماری زنجیروں کی کڑیوں کو کاٹتی چلی جاتی ھے !

کون جیتا ؟

اس بات کا کسي کو وھم و گمان بھی تھا ؟

مات !

کھیا

وہ آئیگا !

میں اسی امید پر بیٹھی ہوں !

تم سنتے نہیں یہ آواز کیسی ہے ؟ نغمۂ سروش ہے ! کوئی گا رہا ہے !

سدا سے گا رہا ہے : وہ آرہا ہے ! آرہا ہے !

نغمہ کی تان کی صورت ' سیلاب کی روانی میں آرہا ہے !

اور یہ آواز اُس پار سے کہاں سے آرہي ہے ؟

یہ بانسری کی تان ہے —

یہی تان ہماری رہنما ہے ' دلیل راہ ہے ' مقصد کا سراغ اسی تان کے نقش قدم پر چلنے سے ملیگا !

دیکھو ' جنگلوں میں پھول کھلے ہیں !

اشاروں سے صاف بتا رہے ہیں ' وہ آرہا ہے !

میں اسی امید پر بیٹھی ہوں !

نہیں ' وہ نہیں آیا ' ابھی تک نہیں آیا !

اس روشنی اور تاریکی کے عالم میں ' ہائے ! وہ صدا جو کانوں میں آئی تھی '

وہ کیا محض خواب تھا ؟ دھوکا تھا ؟

افسوس ! وقت گذرتا چلا جاتا !

میں دل کی کھیل کے انتظار میں ہوں ، کھیل کا سامان لیئے منتظر بیٹھی ہوں !

میرے اس سامان میں کچھ بھلا ہے اور کچھ برا ، کچھ سیاہ بے رنگ اور کچھ سفید اور رنگین !

کھیل کا ساتھی میرے پاس نہیں !

نہیں ، وہ نہیں آیا ، ابھی تک نہیں آیا !

میرا دل کہتا ہے وہ آئیگا اور اس بھری ندی سے میں اس کے ساتھ پار جاؤں گی !

کشتی کھیتی نہیں ہوں ، یونہی منتظر بیٹھی ہوں !

اب تو روشنی میں غروب آفتاب کی سرخی آن ملی ہے !

چرواھا اپنے گلّے ریوڑ لیئے چلا جارھا ہے ، اور مویشیوں کے پاؤں سے اڑتی ہوئی دھول شام کی تاریکی سے مل کر سیاہ ہو رہی ہے !

میرے خواب نوشیں کے عالم میں رہنے والے آخر تو کہاں ہے ؟

تیرے گلے کا ھار جو میں نے تیار کر رکھا ہے ، میرے ھاتھوں میں ہے ،

اسی کو لیئے بیٹھی ہوں !

وہ آیا ! وہ آ گیا ، واہ اُس کے حسن کا پرتو ! واہ کیا دلربا منظر ہے !

رات کی اس مہکتی ہوئی ھلکی ھلکی ھوا میں یہ میرا دل کس طرف کو بہ چلا ؟

ان جنگلوں کی گنگناہٹ میں وہ گویا اپنی وہی خاموش ہنسی ہنس رہا ہے !

یہ اُس اندیکھے کے آ پہنچنے کی خوشی میں ہے کہ اس جنگل کی فضاء خوشي سے مستانہ وار جھومنے لگی ہے !

آہا ! میرا دل گواہی دیتا ہے وہ آگیا !

اے مجاھد ! اے عاشق ! اے دیوانے !

وہ کون سی شمع نور تھی جس کی لو سے تو اپنی امید کی شمع روشن کرکے اس جہاں میں آیا ؟

اس جہاں میں—

جہاں دکھ درد کی دلگداز چوٹ سے تیری زندگی کے ساز میں جھنکار پر جھنکار پیدا ہوتی ہے !

اس دنیا کے مصائب و آلام میں—

وہ محبوب کہاں ہے جس کے ہونٹوں پر مسکراھٹ دیکھ کر تو یوں خوش ہے !

تجھے تلاش کس کی ہے ؟

اپنے سکھ آرام کے خرمن کو آگ دکھا کر تو اس دنیا میں سرگرم پیکار ہے !

وہ کون ہے جو تجھے یوں رلا دیتا ہے اور تجھے اُس سے عشق ہے ؟

اُس کے فکر کے سوا تو دوسرے فکروں سے آزاد ہے !

اُس کے عشق میں تو موت کو بھول آب حیات کے قلزم میں شناور ہے !

"خوف نہ کھا" کے پیغام پر ایمان رکھتے ہوئے ،
پھٹے بادبانوں میں سینہ کو تان کر ،
میں اپنی کشتی کو کھیتا اُس پار لیجاتا ہوں !
میرا رهنما وهی هے—
جو مجھے هر حال میں دیکھ رها هے !
میرے دل میں کھٹکا نہیں—
میں کشتی کو منجھدار میں چھوڑتا هوں ،
مجھے اُسی پر بھروسہ هے !
دن ڈھلے پر مجھے یقین هے یہ کشتی تیرے سہارے پار لگ گئی !
وهاں میں اپنے درد دل کے سرخ کنول کو—
تیری رحمت کے قدموں پر رکھدوں گا !

مکتبہ دھارا

وہ میرے من میں رہتا ہے !

میں اسی کی تلاش میں ہوں جو میرے من میں رہتا ہے !

اندھیری رات میں ستاروں کی بہار دیکھ ،
صبح کو جنگل میں پھولوں کی بھرمار دیکھ —
وہ ان سب میں آپ رہتا ہے !

وہ میری آنکھ کے تارے کی روشنی میں ہے !
جبھی ، اس عالمگیر اندھیرے اور اجالے میں —
رنگ روپ کا یہ اودھم ہے ، جھمیلا ہے ، طلاطم ہے !
وہ میرے ساتھ رہتا ہے !

جبھی ، دکھن سے جب باد بہار کے جھونکے مجھے آکر چھوتے ہیں ،
سرور کی لہریں میرے رگ و ریشہ میں کوند جاتی ہیں !
یہ اُسی کا پیغام ہے —
جو میرے والہانہ گانے کی بے خودانہ تان میں بلند ہوتا ہے !

دکھ درد بھرے صدمے بھی اُسی کی بخشش ہیں !
وہ میرے دنیا کے کام دھندے میں اپنے آپ کو چھپا کر مجھے غافل بھی رکھتا ہے !

وہ میرا سدا کا ساتھی ہے !
یہ اسی کا ساتھ ہے کہ میرا ہر لمحہ سرور سے لبریز ہے !
میں اُسی کی تلاش میں ہوں جو من میں رہتا ہے—
وہ میرے من میں رہتا ہے !

راہ نے مجھے پکارا ہے !

سفر کا جنون میرے سر میں ہے !

آفتاب اُس وقت مشرق سے طلوع ہو رہا تھا ، میری کشتی دریا کے کنارے بندھی تھی !

شبنم پھولوں پر سے خشک ہوکر ابھی اڑی نہیں تھی —

جبکہ مندر سے سنکھ کی گرجتی ہوئی آواز بلند ہوئی !

میرے سر میں کسی طرف کو چل نکلنے کا سودا سما گیا —

راہ نے مجھے پکارا ہے !

اس راہ نے ، اس گھر بار کو خیرباد کہکر ، ہر ملک ہر وطن میں گھوم پھر کر پہنچنے والی راہ نے مجھے پکارا ہے !

صبح کے وقت ، دور ، وہاں !

واہ ! یہ کن خواہشوں اور دل کی امنگوں سے لبریز ایک نغمہ ہے —

کہ دور کوہسار کی رفعت اور میدانوں کی وسعت پر برس رہا ہے !

اس گھر بار کو خیرباد کہکر ، ہر ملک ہر وطن میں گھوم پھر کر آنے والی راہ پر ہر روز نئے نئے مسافروں کا آنا جانا ہے !

نہ کچھ سوچا نہ تامّل کیا ، میں کیوں اس راہ پر ہو لیا مجھے کس کی تلاش ہے ؟

بس نکل کھڑا ہوا !

یونہی سدا آگے بڑھتے چلے جانے میں ایک سرور ہے !

باہر نکل کر بس دیکھتے چلے جانے کے لیئے دل میں کتنا شوق ہے ' تجسس ہے ' تعجب ہے ' جس کی انتہا نہیں !

ہر قدم پر میرے دل میں ایک امنگ اٹھتی ہے !

یہ کس نامعلوم ' کس بے نام و نشان کو پانے کے لیئے میں اِس زندگی کی صبح میں اس راہ پر نکلا ہوں ؟

اس راستہ پر سفر کرتے عمر بہت سی کٹ گئی ہے !

اس راہ پر میں بہت دور نکل آیا ہوں !

میں سمجھتا تھا اس راہ کے ہر موڑ پر طرح طرح کی نعمتوں اور عجیب عجیب نصیبوں کا سامنا ہوگا !

نئی نئی سریں میرے سننے میں آئیں گی !

ان سب کے بعد بہت سا زمانہ گذر گیا ' میں بہت دور چلا آیا !

بہت کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد ' اب میری زندگی میں اطمینان پیدا ہوا ہے !

دفعتاً کسی کو پالینے کی امید اب میرے دل میں نہیں !

اب صرف میں ایک بات چاہتا ہوں '

جبھی گھاٹ کے پاس پاس آ رہا ہوں !

اب میرا دل صرف اس لیئے بیقرار ہے کہ کشتی پر سوار ہو تیرے گھاٹ کی طرف بہتا چلا جاؤں !

یہ میں آج سمجھا ہوں کہ میں کس کی تلاش میں نکلا ہوں !

جبھی ، دفعتاً کس کو پالینے کی امید اب میرے دل میں نہیں !

سیلاب فنا !

پھر آیا سیلاب ! فنا کا سیلاب پھر آیا !

درد و الم کے دریا میں جوار آیا اور آکر آنکھوں کی راہ بہہ گیا !

آسمان آج کالی گھٹاؤں سے گھرا ہے ' بادلوں کی گرج دور سے سنائی دیتی ہے !

یہ دیوانہ کون ہے —

جو بار بار اس طرح بجلی کی چکاچوند کڑک میں نعرہ زن ہے ؟

پھر آیا وہ خانماں برباد پھر آیا !

آج موت کے خوان یغما پر زندگی کو دعوت ہے !

موقع ہے ' اسے غنیمت سمجھ ' خداوند قہر و جلال کی خوشنودی حاصل کر لے !

اس کے قدموں پر سب کچھ دھر دے ' اور اِدھر اُدھر نہ دیکھ —

اُس سے چھپا کر کسی چیز کو دل میں نہ رکھ ' رکھدے سب کچھ اُس کے قدموں پر '

پھر آیا فنا کا سیلاب پھر آیا !

دوست ! آج تو اسی بے پناہ سیلاب کی راہ اختیار کر !

گھر میں سب کچھ تاریک و تار ہے — شمع بجھ چکی ہے —

آج تیرے گھر پر طوفان کا دھاوا ھے !
اس نے تیرے گھر کی بنیادیں ھلا دی ھیں !
سن ' یہ آواز کیسی ھے ؟
اُس نامعلوم عالم بیکراں کی طرف پکار رھے ھیں !
دیکھ ! پھر آیا سیلاب ! فنا کا سیلاب پھر آیا !
افسوس ! صد هزار افسوس ! بس ' آنکھوں سے آنسو گرنے نہ پائیں !
خوف سے منھ کو مت چھپا !
اپنے آپ کو چھپائیگا کہاں ؟ تو ڈرتا کس لیئے ھے ؟
دے توڑنے دے ' اس دروازے کے پٹ ' زنجیر ' قفل توڑنے دے '
نکل ' باهر آ ' راہ پر آ —
اُس راہ پر جس کا سفر رنج و راحت کی منزل کے بعد در پیش ھوتا ھے !
پھر آیا وہ سیلاب خانماں برباد پھر آیا !
اب بھی کیا تیری زبان سے طوفان کی فتح کا نعرہ بلند نہ ھوگا ؟
اب بھی تیرے پاؤں کیا اس قیامت خیز تال پر نہ اٹھیں گے ؟
اٹھ جب فنا تھری تو اپنی تمام قوت و همت کے ساتھ ' اپنے اس خون سے شرابور لباس میں مسلح ھوکر ' فنا کے میدان میں آ !
پھر آیا سیلاب ! فنا کا سیلاب پھر آیا !

بولاکا

راہ کا ساتھی !

اس راہ کی تاریکی میں وہ اندیکھا ہر راہرو کا ساتھی ہے !
وہ کیا ہی مبارک صبح تھی جس کی روشنی میں
اچانک میں نے اُسے دیکھا !
آن کی آن میں رات صبح ہوگئی !
وہ میری ازلی سعادت کا خزانہ ہے !
اس سعادت کے پانے کے بعد ' عرفان کی انتہا نہ رہی !
میں نے دیکھا کہ اسی نا معلوم تاریک راستے کے
کنارے '
نا معلوم کھلے جنگلوں میں جانے پہچانے رنگا رنگ کے
پھول کھلے ہیں !
میں سمجھتا ہوں اُس دن کے ختم ہونے پر جب شام کی
تاریکی راستے پر چھا جائے گی '
اور جب پردہ گر جائے گا !
دیکھنے سننے کی قید باقی نہ رہیگی —
تب میں دل ہی دل میں اِسی عرفان کے سرور کو
محسوس کروں گا !
تب یہ کھل جائے گا کہ اس روشنی اور تاریکی کے سنگم پر
ہم ہمیشہ کی راہ کے مسافر ہیں !

تب سبھی کچھ کھو بیٹھنے کے بعد—
کسی ایک کا پا لینا میں دل میں محسوس کروں گا—
اِسی نا معلوم راستے کی تاریکی میں ،
وہ اندیکھا ہر راہرو کا ساتھی ہے !

باز آیا ، میں اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اُٹھائے پھرنے سے باز آیا !

اپنے ہی گھر کے دروازہ پر دستِ سوال دراز کرنے سے باز آیا !

یہ بارِ گراں تیرے قدموں پر پھینک ،

میں آزاد ہوتا ہوں !

اب اس بوجھ کا حال کوئی مجھ سے نہ پوچھے—

میں باز آیا ، اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اٹھائے پھرنے سے باز آیا !

میری تمنا کی گرم سانس تیری شمع کو چھوتے ہی بجھا دیتی ہے !

میری خواہش سے جو کچھ مجھے دستیاب ہو وہ ناپاک ہے ،

جو کچھ تیری رضا سے مجھے نہ ملے میں اُسے قبول کرنے سے باز آیا !

باز آیا ، میں اپنے آپ کو اپنے ہی سر پر اٹھائے پھرنے سے باز آیا !

اور اب وقت نہیں !

اندھیرا زمین پر آکر چھا گیا !

اب چلو سکھی گھاٹ پر سے پانی کی ناند بھر لائیں !

بہتے پانی کی کل کل کی آواز مجھے راہ پر بلا رہی ہے !

اب تو اس خاموش راہ پر کوئی آتا جاتا نہیں !

آہا ! الفت کے سمندر میں طلاطم آیا —

ہوا بے تاب ہوئی !

یہ معلوم نہیں میں آج لوٹ کر بھی آؤں گی یا نہیں !

کس سے آنکھیں دو چار ہوں گی ؟

گھاٹ پر وہی پردیسی بانسری بجا رہا ہے ،

اپنی ناؤ پر سوار بیٹھا ہے !

چلو سکھی گھاٹ پر سے پانی کی ناند بھر لائیں !

تیری آنکھوں نے بار بار مجھے گانے کے لیئے اشارہ کیا ہے '
پھولوں میں ' ستاروں میں ' دونوں وقت ملتے پر '
روز روشن میں ' رات کی تاریکی میں —
کن کن اشاروں سے مجھے گانے کے لیئے کہا ہے !
کیا میں نے کبھی گایا نہیں ؟
پھر یہ بے قراری سی میرے دل میں کیا ہے ؟
درد کے احساس میں میری باتیں ڈوب ڈوب جاتی ہیں '
حیرت کے عالم میں سُریں کھو جاتی ہیں !
گہری ندی سے گذرتے ہوئے تونے کشتی پر سے مجھے پکارا ہے !
بارش اور طوفان میں ' گُھنگے بادلوں کی گرجتی تان میں —
ساون کی اندھیری رات کی بیقرار جھڑیوں میں '
تونے مجھے موت کی طرف پکارا ہے !
معلوم نہیں میں نے تیری صدا پر لبّیک کیوں نہ کہا ؟
گھاٹ کے اِس کنارے پر بیٹھا تیری طرف دیکھ رہا ہوں —
اس بیکراں سمندر میں کدھر جاؤں ؟

مجھے موت و حیات کی کشمکش میں چھوڑ کر تو خود دور
جا کھڑا ہوا ہے !

کیا اس لیئے کہ کشش فراق سے مجھے پھر تو اپنے قریب
کھینچ لے گا ؟

اندھیرے اور اجالے کے اس پار اُس پار—
میں اپنی کشتی کو کبھی لے جاتا ہوں کبھی لے آتا ہوں !
میں اپنے کھوئے ہوئے آپ کی تلاش میں ہوں—
آنے جانے کے جھولے میں جھولتا ہوں—
درد فراق کی سروں سے تو مجھے بھر دے گا !
کیا اسی لیئے مجھے اپنے آپ سے دور رکھتا ہے ؟
اب کہ مجھے تو بلا رہا ہے ،
کیا وصل کی بانسری کے بجنے کا وقت آ پہنچا ؟
مجھے موت کے منہ میں تنہا چھوڑ کر تو خود دور جا کھڑا
ہوا ہے !

پرورشٹی

ایک بہار کے موسم میں گایا ہوا میرا گیت '

دوسری بہار کے بیچوں بیچ نئے نئے پھولوں کے جمگھٹے

میں نہ معلوم کس کی تلاش میں راستہ کھو بیٹھا !

حنا نے اُس سے پوچھا : کسی کو پہچانتے بھی ہو ؟

اس نے کہا : میری جان پہچان کا کوئی پھول ہے بھی

یا نہیں اُسی کی تلاش میں تو راستہ کھو بیٹھا ہوں !

ایک بہار کے دل کی بات دوسری بہار کے کان میں '

آبدیدہ ہوکر پوچھتی ہے !

میری زبان بھی کوئی سمجھتا ہے یا نہیں ؟

آسمان نے کہا : کون سمجھتا ہے ؟ شاید میں سمجھتا

ہوں !

باد بہار پھولوں میں جھوم جھوم کر بولی :

شاید میں سمجھتی ہوں ! شاید میں سمجھتی ہوں !

پروباھی نی

مجھ سے ملنے کے لیئے تو کب سے آرہا ہے ' چلا آرہا ہے !
تیرے چاند سورج ستارے—
تجھے میری آنکھوں سے اب چھپا نہیں سکتے !
کئی زمانوں سے ' ہر صبح ہر شام تیرا قاصد تیرا پیغام
مجھے سنا سنا گیا ہے !
تو مجھ سے ملنے کے لیئے کب سے آرہا ہے !
اے مسافر ! آج میرے دل میں ایک سرور ہے کہ بار بار
خوشی سے تھرّا تھرّا اٹھتا ہوں !
یوں محسوس ہوتا ہے گویا اب وقت آ پہنچا ہے !
• جبھی آج میرے لیئے کوئی کام باقی نہیں !
آج نسیم تیری آمد کی خوشبو سے سرشار ہے !
تو آرہا ہے ' زمانوں سے آرہا ہے !

تونے سنی نہیں ' سنی نہیں ' اُس کے پاؤں کی آہٹ نہیں سنی !

وہ آرہا ہے ! آرہا ہے ! سدا سے آرہا ہے !

ہر لمحہ ' ہر روز و شب ' وہ کس زمانہ سے آرہا ہے !

آرہا ہے ! آرہا ہے ! سدا سے آرہا ہے !

اپنے دل ہی دل میں دیوانوں کی طرح جس قدر گیت بھی میں نے گائے ہیں '

ہر گیت کے سر میں اُس کی آمد کی تان ہے !

وہ آرہا ہے ' آرہا ہے ' سدا سے آرہا ہے !

کس زمانہ سے ' بہار کے دنوں میں ' جنگل کی راہ سے ہوتا ہوا آرہا ہے !

زمانوں سے وہ ساون کی جھڑیوں میں آرہا ہے !

دکھ درد میں یہ اُس کے قدموں کی چاپ ہے جو اپنے سینہ میں ہم سنتے ہیں !

ہماری خوشی میں آکر وہ سرور کے پارس سے ہمیں چھو بھی دیتا ہے !

وہ یوں ہی سدا سے آرہا ہے !

میں سمجھتی ہوں تو لوٹ کر نہ آئیے گا !

ہائے ! جب بھی تیری راہ دیکھنے کے لیئے دیا جلتا ہی کیوں نہ رہے !

میں جانتی ہوں تو اپنے دل میں میری یاد کے پھولوں کی مالا نہ گوندھ رہا ہوگا !

ہائے ! جب بھی میرے باغ میں پھول کھلتے ہی کیوں نہ رہیں !

جب بھی میری روح میں تیرے وصال کی پیاس لگی ہی کیوں نہ رہے !

تو راہ گم کیئے نہ معلوم کہاں ہے ؟

ہائے ! پھر بھی میرے گھر کا دروازہ کھلا ہی کیوں نہ رہے !

میري راتیں دکھ، بھری ہیں '

پیاسي سریں میرے ساز کو گھیرے ہوئے ہیں !

ہائے ! جب بھی تیری یاد میں اسے چھیڑتی ہی کیوں نہ رہوں ؟

میں سمجھتی ہوں تو لوٹ کر نہ ائے گا !